شعروادب

سوئے رب جس نے انساں کو مائل کیا

اعجاز رحمانی

حق کی تبلیغ کا جس میں پہلو نہ ہو　　ایسے اعلان کو میں نہیں مانتا
اُسوۂ مصطفٰے سے گریزاں جو ہو　　اس مسلمان کو میں نہیں مانتا
جس پہ قرآن خالق نے نازل کیا　　سوئے رب جس نے انساں کو مائل کیا
اس نبی کی جو عظمت کا قائل نہ ہو　　ایسے انسان کو میں نہیں مانتا
چھوڑ کر رب کا دَر اور جائے کہیں　　غیر کے دَر پر جا کے جھکائے جبیں
منحرف ہو جو تعلیمِ سرکار سے　　اس کے عرفان کو میں نہیں مانتا
سیرتِ مصطفٰے جس کی رہبر نہ ہو　　سر پہ تاجِ غلامیِ سرور نہ ہو
ایسے دھنوان کو ، ایسے سلطان کو　　اس کے فرمان کو میں نہیں مانتا
میں نے مانا کہ تو ہے بہت معتبر　　کوئی تجھ سا جہاں میں نہیں ہے مگر
سرور انبیاء سے جو نسبت نہیں　　تیری پہچان کو میں نہیں مانتا
اس سے مانگو ، ہے داتا وہی معتبر　　وہ جو رہتا ہے شہ رگ سے نزدیک تر
جو نہ مانے حکمِ شہِ بحر و بر　　ایسے نادان کو میں نہیں مانتا
جس سے قائم دو عالم کا معیار ہے　　مصطفٰے کا وہ دربار، دربار ہے
جس کو قصرِ رسالت سے انکار ہے　　ایسے ایوان کو میں نہیں مانتا
روح سے ہے عبارت ہر اک زندگی　　آدمی کیا ہے کچھ بھی نہیں آدمی
جس میں روحِ شریعت نہ ہو جلوہ گر　　جسمِ بے جان کو میں نہیں مانتا
حمد بھی جو پڑھے ، نعت بھی جو پڑھے　　اور مدینہ کی گلیوں میں کھویا رہے
جو زبانی محبت کے دعوے کرے　　اس ثناء خوان کو میں نہیں مانتا
روشنی کا ازل سے طلب گار ہوں　　میں تو اعجاز مداح سرکار ہوں
کفر ہے میں زباں سے اگر یہ کہوں　　ان کے احسان کو میں نہیں مانتا

☆☆☆☆☆

اداریہ

ماہِ شعبان کی مبارک گھڑیاں

● ....شمس الحق ندوی

'تعمیر حیات' کا یہ شمارہ جب ہمارے قائین کرام کے ہاتھوں میں پہنچے گا تو شعبان المعظم کا مبارک مہینہ شروع ہونے کے قریب ہوگا جو بڑی خیر وبرکت کا مہینہ ہے، ہم مسلمانوں کو یہ دیکھنا اور جاننا ضروری ہے کہ اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ماہِ مبارک میں کیا معمولات ہوتے تھے، وہ اس کی خیر وبرکت سے فائدہ اٹھانے کا کتنا اہتمام فرماتے تھے، تاکہ ہم بھی اس کی خیر وبرکت سے فائدہ اٹھا کر آخرت کی دائمی زندگی کو کامیاب بناسکیں اور اس وقت جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا ایسا کہ اس کے غم وخوف سے بچہ بوڑھا ہو جائے اور حمل والیوں کے حمل خوف وگھبراہٹ میں گر جائیں، دودھ پلاتی ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے، اس کا ہوش نہ رہے، لوگ حواس باختہ اس طرح گھبرائے ہوئے ہوں گے جیسے وہ نشہ کی حالت میں ہوں حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا عذاب اتنا سخت ہوگا کہ ہوش وحواس اڑ جائیں گے، کسی کو کسی کا ہوش نہ ہوگا، اپنی اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے، بھائی بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں اور باپ سے بھاگے گا، اپنی بیوی بچوں سے بھاگے گا، ہر شخص کا یہ حال ہوگا، کسی اور کا ہوش ہی نہ ہوگا، اس دن سارے بادشاہوں کی باشاہی، وزراء وحکام اور افسران کے اختیارات چھن چکے ہوں گے اور "يَا حَسْرَتَا عَلىٰ مَا فَرَّطْنَا فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ" (ہائے افسوس ہم نے اس دن کے مالک کے حکموں کے ماننے میں کوتاہی کی)۔

لیکن اسی خوفناک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو اپنانے والوں کے آرام وراحت کا یہ عالم ہوگا کہ جنتی لوگ پھل فروٹ کھا رہے ہوں گے، لذیذ کھانوں کا لطف لے رہوں گے، وہ اور ان کی بیویاں آرام دہ وپُر بہار سائے میں مسہریوں پر آرام سے بیٹھے ہوں گے اور ان کو مہربان اور اپنے مومن بندوں سے پیار کرنے والے آقا کا سلام پہنچے گا۔

تصویر کے یہ دونوں رُخ سامنے آجانے کے بعد شعبان کی مبارک گھڑیوں سے فائدہ اٹھانے کی کس جی جان سے کوشش کرنا چاہیے، شعبان ہی کے مہینہ میں شق القمر کا معجزہ پیش آیا تھا، اس ماہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، نیک اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچائے جاتے ہیں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شعبان میرا مہینہ ہے"، اس مہینہ میں جو بندہ بھی تین روزے رکھتا ہے اور افطار کے وقت مجھ پر تین بار درود بھیجتا ہے، اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، رزق میں برکت ہوتی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزہ رکھتے نہیں دیکھا"۔ ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان روزہ رکھتے تھے یا شعبان کے چند دنوں کو چھوڑ کر باقی پورا مہینہ روزہ رکھتے تھے"۔ [متفق علیہ]

شعبان کی پندرہویں رات میں موت کا دن متعین ہوتا ہے، اور رزق تقسیم ہوتا ہے، سارے عالم پر رحمت خدا وندی سایہ فگن ہوتی ہے، سورۂ دخان کی آیات [۴-۷] میں ۱۵/شعبان کی رات کا اس طرح ذکر ہے:

"اسی رات میں تمام حکمت کے کام کیے جاتے ہیں (یعنی) ہمارے حکم سے، بے شک ہم ہی پیغمبر کو بھیجتے ہیں، یہ پرورد گا کی رحمت ہے، وہ تو سننے والا اور جاننے والا ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا مالک ہے بشرطیکہ تم لوگ یقین کرنے والے ہوں"۔

ایسے مبارک مہینہ کی خیر وبرکت حاصل کرنے میں سستی وکوتاہی نہیں کرنی چاہیے، ہماری زندگیوں کا انجام موت ہے، ہم جتنے دن رات اعزا واقربا کے

درمیان گذار رہے ہیں، یہ گزرنے والے دن رات ہم کو قبر کی تنہائی سے قریب کرتے جارہے ہیں، زندگی کی بھلائی اور بہتری تو اللہ ورسولؐ کی اطاعت میں ہے، جب حقیقت حال یہ ہے تو ہمیں اگلی زندگی کی کتنی فکر کرنا چاہیے اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے خیر وبرکت کی جو گھڑیاں بھی حاصل ہوں، ان سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیے، جو شخص خیر وبرکت کے دنوں سے فائدہ اٹھاتا ہے وہ دنیا وآخرت دونوں جہاں کی پریشانیوں سے اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں ہوتا ہے۔

شعبان کی پندرہویں رات خاص طور سے بہت بابرکت رات ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، خیر خیرات، نوافل وروزہ کے ساتھ قبرستان بھی تشریف لے جاتے اور اہل قبور کے لیے دعا فرماتے تھے، ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اس رات آسمان دنیا پر غروب آفتاب سے صبح صادق تک تجلی فرماتا اور ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو بخشوانا چاہے بخش دوں گا، جو روزی حاصل کرنا چاہے اس کو روزی دوں گا، اور جو کسی مصیبت میں ہو اس کی مصیبت دور کردوں گا''۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو نوازنے کے لیے طرح طرح کی مبارک گھڑیاں، دن رات اور مہینے مقرر فرما رکھے ہیں تو شیطان اس نوازش کو دیکھ کر کیسے چین سے بیٹھے گا، وہ مومن بندوں کو بہکانے اور اللہ تعالیٰ کی نوازشات سے محروم کرنے کے لیے اپنے داؤں چلے گا، ان مبارک گھڑیوں سے ان کو محروم کرنے کے لیے ان کو کھیل تماشے میں لگادے گا، پٹاخے دغانے، گانے بجانے، قبروں پر مردوں وعورتوں سب کا میلہ لگانے کا بھاوہ دے گا، وہ رقم جو اس رات غریبوں مسکینوں، یتیموں، بیواؤں کی مدد میں خرچ ہوتی، اس کو تماشوں کا بھاوا دے کر برباد کرنے کی جان توڑ کوشش کرے گا، اللہ تعالیٰ سورہ یٰسین میں فرماتا ہے: ''اے آدم کی اولاد! کیا ہم نے تم سے یہ عہد نہیں لیا کہ شیطان کو نہ پوجو وہ تو تم کو گمراہ کرنے والا تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے''۔

لہٰذا ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو کیا سکھایا، بتایا اور عمل کرکے دکھایا ہے، ہم اس کو چھوڑ کر جو طریقہ بھی اپنائیں گے، وہ شیطان کے بہکانے اور گمراہ کرنے والا طریقہ ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات قبرستان جاکر اہل قبور کے لیے دعا فرماتے تھے، ہم کو بھی اہل قبور کے ایصال ثواب کا یہ طریقہ اپنانا چاہیے لیکن میلہ اور تماشے کی شکل میں نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ: مُردوں کا حال ڈوبنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے، وہ فریادی ہوتے ہیں، جب ان کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے تو بالکل پہاڑ کی شکل میں ان کو پہنچتا ہے، جب حقیقت یہ ہے تو ہم کو اہل قبور کے ایصال ثواب کا کتنا اہتمام کرنا چاہیے، کل ہم بھی انھیں اہل قبور میں شامل ہوں گے جب ہم ان کو ایصال ثواب کریں گے تو اس کی اقتدا میں ہمارے بعد والے ہم کو ایصال ثواب کریں گے۔

مرنے کے بعد عمل کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، اب میت کو وہی ملے گا جو اس کے لیے دعائیں کی جائیں اور ایصال ثواب کیا جائے، یا اس نے صدقہ جاریہ کا کوئی کام کیا ہو، مسجد بنوائی ہو، نیک اولاد چھوڑ کر گیا ہو، اپنے خرچہ سے کسی کو حافظ عالم بنایا ہو یا اس طرح کے دوسرے نیک کام جن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

لہٰذا ہمیں اپنا مال ایسے کاموں میں لگانا چاہیے نہ کہ اُن کاموں میں جو شیطان ہم کو سجھائے اور بتائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے خلاف خرچ کرنا گناہ کبیرہ ہے، اللہ تعالیٰ نے بے جا مال خرچ کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا ہے: ''اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ'' [بنی اسرائل: ۷] (فضول خرچی کرنے والے تو شیطان کے بھائی ہیں)۔ لہٰذا ہم کو اس سے بہت بچنا چاہیے۔

ہمارے بے پڑھے عوام جو محنت ومشقت سے روزی حاصل کرتے ہیں، وہ جو کچھ آنکھ سے دیکھتے ہیں اسی کو دین سمجھتے ہیں، ان کو کچھ خبر نہیں ہوتی، لہٰذا پڑھے لکھوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو شعبان کے مبارک مہینہ میں جو غلط رسمیں پھیلی ہوئی ہیں، اپنے قریب کے لوگوں کو جن سے اکثر ملنا جلنا ہوتا ہے، ان غلط رسموں سے روکیں، ان بے پڑھے لکھے اور نچلے طبقہ کے لوگوں کا تھوڑا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قیمت رکھتا ہے، ان کو سکھانے اور بتانے کا اور صحیح راہ پر لگانے کا اتنا ثواب ہے جیسے کسی کو سرخ اونٹنی مل جائے جو عربوں میں سب سے قیمتی سمجھی جاتی تھی۔

لہٰذا اگر ہم شعبان المعظم کی خیر وبرکات کے حاصل کرنے کے ساتھ لوگوں کے سکھانے اور بتانے کا بھی یہ اجر حاصل کریں تو نورٌ علیٰ نورٌ۔

☆☆☆☆☆

چراغ راہ

وحدت اور مقصدیت-ملت کی ناگزیر ضرورت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

اس وقت ملت اسلامیہ کے مقاصد کے نام سے جگہ جگہ کوششیں ہو رہی ہیں ،جد وجہد اور تحریکیں بھی چل رہی ہیں قربانیاں بھی دی جا رہی ہیں اور اس سلسلہ میں نوجوان عنصر سے بھی بڑی طاقت مل رہی ہے بلکہ اکثر ملی اور قومی تحریکوں اور کوششوں میں وہ پیش پیش ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں اور مخالف طاقتوں سے لوہا منوا رہے ہیں، نوجوان عنصر ہر ملت اور قوم کے لیے بڑی طاقت اور بڑا سہارا ہوتا ہے اور اس کے جذبہ و جوش سے مقصد کے حصول میں بڑی مدد ملتی ہے۔

یہ حقیقت جس طرح ماضی میں جانی گئی تھی اس سے کہیں زیادہ حال میں جانی جارہی ہے، اسی لیے ہر جگہ اس طاقت کو اپنانے اور اس سے کام لینے کی کوشش کی جاتی ہے ، نوجوانوں کو متوجہ کرنے ،ان کو قریب کرنے اور ان کو متحرک بنانے کے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، لیکن یہ جائزہ لینے کی بات ہے کہ نوجوانوں کے جذبات کو یہ متحرک کرنے والے کہاں تک بامقصد ہیں، نوجوانوں سے کمیونسٹ تحریک بھی کام لیتی ہے، نوجوانوں سے انقلاب پسند طاقتیں بھی مدد لیتی ہیں، نوجوانوں سے باغیانہ عناصر بھی مدد لینے کی کوشش کرتے ہیں اور نوجوانوں سے نیک و اعلی مقاصد رکھنے والے بھی کام لیتے ہیں اور ہر ایک کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھا لیتا ہے، اس سلسلہ میں مسرورکن مثالیں بھی ہیں، دراصل نوجوان عنصر ایک طاقت ہے، ایک دھارا ہے، صحیح رخ پر لگے تو راستہ کی چٹان کو پاش پاش کر دے اور مقصد کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو بہا لے جائے اور اگر غلط رخ پر لگے تو دشمن کو روکنے والی فصیلوں کو توڑ دے اور عظیم قدروں کی بنیادوں کو بھی ہلا دے۔

نوجوانوں کی اس طاقت وصلاحیت کی پوری قدر کی ضرورت ہے اور اس سے کام لینے میں اجتماعی وقومی مصلحت کا خیال رکھنے اور تعمیری جذبہ سے کام لینے کی ضرورت ہے اور یہ کام ملت کی قیادت کا ہے کہ وہ غور کرکے فیصلہ کرے کہ اس کو نوجوانوں کو کس طرف چلانا ہے اور ان کی طاقت سے کیا کام لینا ہے۔

امت اسلامیہ صدیوں سے پسماندگی ، انتشار اور بے بضاعتی کی زندگی گزارتے گزارتے پست ہمت ہو چکی ہے ۔ اس میں سنجیدگی اور قوت عمل کی خاص کمی پیدا ہوگئی، اپنی شاندار تاریخ کے مطالعہ سے تمناؤں اور توقعات کے اس کے سامنے باغات لگ جاتے ہیں، لیکن یہ باغات ماضی کے ہیں حال کے لئے ہم کو خود باغ لگانا ہے، ماضی پر تکیہ کرکے بیٹھ رہنا سراب سے امید لگانا ہے ، دیگر قوموں کی طرح ہماری ملت کو بھی یقیناً نوجوانوں کی طاقت کی بڑی ضرورت ہے اور شاید اس آخر الذکر کی ضرورت اول الذکر سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ یہ کام قیادت کا ہے کہ ملت کی طاقتوں کو صحیح رخ پر لگائے اور غلط رخ پر اس کے لگنے کے برے نتائج سے امت کو بچائے۔

موجودہ ملت اسلامیہ کی قیادت اسی ملت سے ابھری ہے، چنانچہ اس کو بے عملی اور بے خیالی اسی ملت سے ورثہ میں ملی ہے، یہ قیادت جو کہ بے شمار حصوں اور قسموں میں بٹی ہوئی ہے ،علی العموم اپنا معیار ومقصد مقرر نہیں کرسکی ہے، اس کے یہ حصے کچھ تو باہم دست بگریباں ہیں، کچھ بے مقصد جد وجہد میں مبتلا ہیں اور کچھ محض جذبات میں سرشار ہیں، اور جو جذبات پسند عناصر ان کو ہاتھ آگئے ہیں ان کی طاقتوں کو غیر حقیقی کوششوں میں ضائع کردیتے ہیں۔

مسلمانوں کی قیادت کی تاریخ میں متعدد ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ ان کی قیادت نے وقت کی صحیح ضرورت کو سمجھا اور اخلاص کے ساتھ اس پر محنت کی تو اس کے نتیجے میں ناقابل تصور نتائج حاصل کیے، سلطان صلاح الدین ایوبی متعدد مسلم سلطنتوں میں سے صرف ایک محدود سلطنت کے مالک تھے لیکن انھوں نے اپنی قیادت کو اخلاص کے ساتھ صحیح رخ پر لگایا تو وقت کا سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا اور وہ تھا فتح بیت المقدس کا کارنامہ جس کو آج تک سنہرے حرفوں سے لکھا جاتا ہے اور تاقیامت لکھا جاتا رہے گا۔

لیکن ہمارے موجودہ عہد کا ایک بڑا فتنہ ملت اسلامیہ کا انتشار اور بے مقصدیت ہے، دوسرا فتنہ

ہر کس و ناکس کا شوق قیادت ہے۔ ہماری ملت اسلامیہ میں یہ شوق مرض کی حیثیت اختیار کر گیا ہے، اس شوق نے ایک پیشہ کی شکل بھی اختیار کر لی ہے، قیادت کے یہ خواہش مند خواہ قیادت کی معمولی صفات وخصوصیات سے بھی عاری ہوں لیکن اس کام کو پورے شوق وجوش سے اپناتے ہیں، اس کی وجہ سے امت قیادتوں میں الجھ کر رہ گئی ہے اور اس میدان شوق میں ہمارے نوجوان بھی اپنے ذوق کے بقدر حصہ لیتے رہتے ہیں، جو میدان زندگی میں نئے نئے داخل ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے پاس تجربات کے مقابلے میں جوش کا سرمایہ زیادہ ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوش کے موقعوں پر بھی جوش سے مسئلہ حل کرنے کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ بات خطرہ کی خاصی علامت بن گئی ہے۔

اس وقت ملت اسلامیہ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ خود نمائی بے مقصد اظہار اور خالی خولی آرائش سے پرہیز کریں، اس زمانے کے اہم ترین فتنوں کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے تدارک کے لیے پورے ہوش واخلاص سے حل تلاش کیا جائے ، امت کو وحدت اور مقصدیت کی بھی بڑی ضرورت ہے ، تاکہ ہم مضبوط ہوں اور کسی بھی دشمن کے مقابلہ کے لئے امت اس طرح سامنے آئے جس طرح قرآن مجید کی اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ "کَأَنَّهُم بُنيَانٌ مَّرصُوصٌ" کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

☆☆☆☆☆

اسلام میں ادب کی سرپرستی

اسلام میں ادب کی سرپرستی اور ہمت افزائی کی مثالیں قرن اول ہی سے ملتی ہیں، اولاً تو اس کی سرپرستی قرآن وحدیث سے ہوئی، قرآن مجید میں ایسے متنوع اسلوب اور حسن بیان کے معجزانہ نمونے ملتے ہیں، ان میں ایک طرف مناجاتیں اور دعائیں ہیں تو دوسری طرف قابل قدر اشخاص اور محبین کے ساتھ محبت وتعلق کے بلیغ جملے ہیں اور اغیار سے گفتگو میں جو کلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اس میں موقع ومحل کی نزاکت کا مؤثر لحاظ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے متعدد موقعوں پر ایسے جملے نکلتے ہیں جو عربی زبان و ادب میں کہاوت ومثل بن گئے ہیں اور آج تک ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے شعر کہنے کو نہ صرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ مسلمان ہو جانے والے شاعروں کو اپنی شاعری دین کی حمیت میں استعمال کرنے کا حکم دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود شاعری نہیں کی لیکن نثر میں بڑی بلاغت اور ادبیت ظاہر فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی سرشت بتاتے ہوئے ایک بار ایک واقعہ قصہ کی شکل میں سہل انداز میں بیان کیا، اس قصہ میں ایک نابینا، ایک گنجے اور کوڑھی کے طرز عمل کا تذکرہ فرمایا، اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جن میں زندگی کے مختلف پہلوؤں اور انسانی فطرت واحساسات اور نفسیاتی حال کی عکاسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام بلاغت نظام میں بکثرت ملتی ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید و دیدہ زیب طباعت

اصحابِ کہف کے غار سے یمن کی وادیوں میں

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

پانچ مسلم ملکوں کا ایک طویل واہم علمی، دعوتی دورہ، ارباب اقتدار سے ملاقاتیں اور اُن کو مفید مشورے، اصحاب کہف کی زیارت اور بین الاقوامی کانفرنسوں میں شرکت، ایک دلچسپ، معلومات افزا داستان اور روداد

کل صفحات: ۱۶۰ قیمت: ۱۰۰ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۹۳، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539، موبائل نمبر: 9889378176

ای میل۔ airpnadwa@gmail.com

شمع فروزاں

مذہبی جلسے، اہمیت اور طریقۂ کار

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو بلکہ جنوں کو بھی اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، لیکن اس امت کے لیے صرف عبادت کافی نہیں، اسے یہ امتیاز بخشا گیا ہے کہ وہ سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کارِ نبوت انجام دے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے، اسی کو قرآن مجید میں ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' سے تعبیر کیا گیا ہے:

''کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّا سِ تَأمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَتَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ'' [آل عمران: ۱۱۰] (تم وہ بہترین امت ہو، جو پوری انسانیت کے لیے پیدا کی گئی ہے، کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، اور اللہ پر ایمان رکھو)۔

''معروف'' کے اصل معنیٰ مشہور اور جانی پہچانی چیز کے ہیں، مقصد یہ ہے کہ نیکی کی طرف اس قدر دعوت دو کہ سماج میں اس کا چلن عام ہوجائے، وہ عرف ورواج کا درجہ حاصل کرلے، اور ہر عام وخاص اس کے مطابق عمل کیا کرے، ''منکر'' ایسی چیز کو کہتے ہیں جو اَن جانی اور اَن پہچانی ہو، جو مشہور نہ ہو اور جو عادت اور رواج کے خلاف ہو، قرآن مجید نے برائی کو ''منکر'' سے تعبیر کرکے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ برائی سے اس قدر روکا جائے کہ وہ معاشرے میں ایک اَن جانی چیز بن جائے، جو عام رواج اور معمول کے خلاف ہو۔

یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوسکتی ہے جب معاشرے میں معروف کی دعوت اور برائی سے روکنے کی مہم پوری اہمیت اور سنجیدگی کے ساتھ انجام دی جائے۔

امام غزالیؒ نے اس پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''بے شک نیکی کی طرف دعوت اور برائی سے روکنا دین کا سب سے بڑا ستون (قطب اعظم) ہے، یہ وہ اہم ترین کام ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرمایا، اگر اسکی بساط پلٹ دی گئی، اس کے علم اور اس پر عمل سے غفلت برتی گئی تو کارِ نبوت معطل ہوجائے گا، گمراہی پھیل جائے گی، جہالت کی کثرت ہوگی، فساد بڑھ جائے گا، تباہی عام ہوجائے گی، شہر ویران ہوجائیں گے، اللہ کے بندے ہلاک کردیے جائیں گے، اور انھیں اپنی ہلاکت کا احساس بھی قیامت سے پہلے نہیں ہوسکے گا.......الخ''۔ [احیاء علوم الدین: ج۲/ص۳۰۶]

امام غزالیؒ جیسے شریعت کے رمز شناس نے جب دعوتِ دین کی اہمیت پر قلم اٹھایا ہے تو ایسا لگتا ہے لہو میں قلم ڈبو کر اور محبت کی انگیٹھی سے دل کو جلا کر یہ تحریر لکھی ہے، کیوں کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی انسانیت کی فلاح اور کامیابی کی کلید ہے، اگر معروف کی طرف بلانے والے اور منکر سے روکنے والے لوگ باقی نہ رہیں گے تو دنیا شر وفساد کی آماج گاہ بن جائے گی، اور فرشتوں کو نسل انسانی سے جس شر وفساد اور خون ریزی کا اندیشہ تھا، وہ ایک حقیقت بن کر سامنے آجائے گا، اسی لیے امت کے علماء اور صلحاء نے ہمیشہ دین کے اس شعبے کو بے حد اہمیت دی ہے، امام الحرمینؒ نے لکھا ہے:

''اس پر بات مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ اپنی اپنی صلاحیت کے لحاظ سے پوری امت کی ذمہ داری ہے''۔ [شرح نووی علی مسلم: ج۲/ص۲۳]

لیکن دعوت دین کا کوئی خاص طریقہ قرآن وحدیث میں متعین نہیں کیا گیا ہے، داعی کی صلاحیت، مدعو کے مزاج اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق مختلف طریقوں پر دعوت دین کا فریضہ انجام دیا جاتا رہا ہے، مسلم حکومتوں کا فریضہ ہے کہ وہ طاقت کی لاٹھی استعمال کرکے معاشرے میں نیکیوں کو رواج دیں اور برائیوں کو روکیں، شریعت سراپا رحمت ہے، شارع تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہیں اور جن پر شریعت نازل کی گئی ہے، وہ رحمۃ للعالمین ہیں، اس کے باوجود جرائم پر سرزنش کرنے کا حکم دیا گیا اور بعض جرائم پر نہایت سخت سزائیں مقرر کی گئیں، یہ اسی لیے کہ بعض دفعہ نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے کے لیے طاقت اور قوت کا استعمال بھی مطلوب ہوتا ہے، مساجد میں جمعہ وعیدین کے خطبوں کا اہتمام اور وقتاً فوقتاً لوگوں سے اصلاح وتربیت کی گفتگو کا مقصد بھی دعوت دین ہی ہے۔

مدارس ومکاتب شب وروز جس کام میں مشغول ہیں، وہ بھی دعوت ہے، اس کے علاوہ انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں کے ذریعہ لوگوں کو متوجہ کرنا بھی دعوت کا ایک مؤثر طریقہ ہے، اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے، غیر مسلموں یا

مسلمانوں کے ایک گروہ کو جمع کر کے انھیں دین کی طرف بلانا بھی ایک ایسا طریقۂ دعوت ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے عمل سے بھی، قرآن مجید میں حضرت نوحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ وغیرہ کے دعوتی خطابات نقل کیے گئے ہیں، جن میں "یٰـقَوۡمِ" (اے میری قوم!) سے خطاب کیا گیا ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ جس وقت اللہ کے ان برگزیدہ رسولوں نے دعوت دین پیش فرمائی، اس وقت ان کے سامنے بہت سارے لوگ موجود تھے، مصر کے فرعون سے، اور فرعون کے جمع کیے ہوئے جادوگروں سے اور خود اپنی قوم بنی اسرائیل سے حضرت موسیٰؑ کا بار بار خطاب فرمانے کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے اپنے حواریوں سے خطاب کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہے اور بائبل میں بھی، اور بائبل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے یہودیوں اور خاص کر یہودی علماء سے بھی اصلاحی خطابات فرمائے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز اسی انداز پر فرمایا، جب حکم دیا گیا کہ آپؐ اپنے خاندان کے لوگوں پر حق کی دعوت پیش فرمائیں: "اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ" [شعراء: ۲۱۴] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو جمع فرمایا، ان کے لیے کھانے کا نظم کیا، اور پھر ان پر توحید کی دعوت پیش فرمائی، بلکہ بعض سیرت نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ ایسا اجتماع منعقد کیا، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمومی طور پر دعوت دین کا حکم دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا کی چوٹی پر چڑھ کر تمام اہل مکہ کو اس پہاڑ کے دامن میں جمع فرمایا اور ان سے خطاب کیا، فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اثر انگیز خطبات دیے ہیں، وہ حدیث وسیرت کے کتابوں میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کو کہ انھوں نے نہایت تحقیق اور حسن ترتیب کے ساتھ "حیـــاۃ الصحابہ" میں ان مضامین کو جمع فرمادیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعوت کا ایک مسنون اور ماثور طریقہ لوگوں کے ایک گروہ کو جمع کر کے ان کے سامنے دین کی باتیں پیش کرنا بھی ہے، موجودہ دور کے عرف میں اس کو جلسہ، اجتماع یا کانفرنس وغیرہ کہتے ہیں، ماشاء اللہ مذہبی جماعتیں، تنظیمیں، ادارے، دینی مدارس، انجمنیں، نیز عام مسلمان ایسے اجتماعات اور جلسوں کا اہتمام کرتے ہیں، یہ ایک خوش آئند بات ہے اور یقیناً معاشرے پر اس کا اچھا اثر پڑتا ہے، بہ شرطیکہ مقررین تعمیری گفتگو کریں اور مسلمانوں میں نفرت پھیلانے والی باتوں سے اجتناب کریں، چنانچہ دوسرے مذاہب کے متبعین میں ایسے اجتماعات کا تصور نہیں تھا، لیکن اب وہ بھی مسلمانوں کا دیکھا دیکھی ایسے پروگرام منعقد کرنے لگے ہیں، مگر مسلمانوں کا کوئی بھی کام اسی وقت بہتر اور اجر و ثواب کا حامل ہوتا ہے، جب کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اور دین و شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ ہو، کوئی کام بہ ظاہر بہت بھلا معلوم ہو، اور اس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو تو وہ کام نامقبول ہے اور عام طور پر ایسا کام مؤثر اور نتیجہ خیز بھی نہیں ہوا کرتا۔

مثلاً: نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا ہے، لیکن وہی نماز اگر سورج نکلنے کے وقت، سورج کے نصف آسمان پر ہونے کے وقت اور سورج کے ڈوبنے کے وقت پڑھی جائے تو کارِ ثواب نہیں، بلکہ باعث گناہ ہے، کیوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہے اور اس میں سورج کی پرستار قوموں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔

اسی اصول پر ہمیں اجتماعات اور جلسوں کا بھی جائزہ لینا چاہیے، افسوس کہ آج کل ہمارے مذہبی جلسوں اور دینی اجتماعات میں بھی کئی غیر شرعی امور شامل ہوگئے ہیں، جیسے:

بعض دفعہ بجلی حاصل کرنے کے لیے جلسوں میں اسراف اور فضول خرچی بھی حد سے گزر جاتی ہے، ضرورت سے زیادہ روشنی، قمقمے، پھول، پتی، استقبالیہ گیٹ، ڈائس کا ڈیکوریشن، حالانکہ دین کی بات پہچانے کے لیے ان چیزوں کی ضرورت نہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو استنجاء، وضو اور غسل میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی کے استعمال کو پسند نہیں فرمایا، اگرچہ کوئی شخص نہر کے کنارے کیوں نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت چراغ کو بجھا دینے کا حکم دیا، قرآن و حدیث میں فضول خرچی، یعنی بے ضرورت خرچ اور ضرورت سے زیادہ خرچ دونوں باتوں سے منع فرمایا گیا ہے، تو کیا دینی پروگراموں کے لیے اس فضول خرچی کی اجازت ہوسکتی ہے؟

ہمارے یہ پروگرام بعض اوقات عام لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث بن جاتے ہیں، خاص کر

پورے محلے میں پروگرام کو نشر کرنا، مسلمانوں، غیر مسلموں، صحت مندوں اور بیماروں سبھوں کو اس کے سننے پر مجبور کرنا، بہت سے لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث ہوتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت سے بڑھ کر کون ساذکر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ نماز میں نہ بہت زور سے تلاوت کریں اور نہ بہت پست آواز میں کہ شرکاء نماز بھی نہ سن سکیں، بلکہ آواز کو معتدل رکھیں: "وَلَاتَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَاتُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا"۔ [بنی اسرائیل:۱۱۰]

لوگوں کی راحت کا پاس ولحاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس درجہ تھا کہ آپؑ سلام بھی ایسی آواز میں فرماتے، جس سے سونے والوں کو خلل نہ ہو، دین کے اس مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے مشہور حنفی فقیہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

رات کا وقت ہو، لوگ سوئے ہوئے ہوں اور اس درمیان کوئی شخص زور سے قرآن مجید پڑھے تو وہ گناہ گار ہوگا: "لوقرأ فی اللیل جهرا والناس نیام یأثم"۔ [البحر الرائق، باب الامامة:۱/۳۶۴]

سوچئے کہ ہمارا یہ طرز عمل کیا اللہ تعالیٰ کے حکم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت کے مزاج کے مطابق ہے؟

یہ بھی ہوتا ہے کہ ہم جذبات کی رو میں اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ کہیں دین کی تعظیم کے نام پر دین کی بے احترامی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے ہیں؟ قرآن مجید کا ادب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو لوگ خاموش رہیں اور توجہ سے سنیں، اگر کوئی مجلس قرآن کی تلاوت کے لیے منعقد کی گئی ہو اور اس میں لوگ بات چیت کرنے لگیں تو بات کرنے والے گناہ گار ہوں گے اور اگر کہیں لوگ اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں اور وہاں کوئی شخص بلند آواز میں قرآن کی تلاوت شروع کردے، نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ قرآن مجید کی طرف دھیان نہ دے سکیں، کھانے پینے، خرید وفروخت، بات چیت اور دوسری ضروریات میں مشغول رہیں تو قرآن پڑھنے والا گناہ گار ہوگا، اس لیے کہ وہی شخص غلط جگہ اور غلط وقت کا انتخاب کرکے قرآن مجید کی بے احترامی کا سبب بن رہا ہے، آج کل ہمارے جلسوں میں عمومی صورت حال یہی ہوتی ہے، قرآن پڑھا جاتا ہے، دینی باتیں بیان کی جاتی ہیں، جلسہ گاہ سے باہر دور دور تک آواز پہنچانے کا نظم کیا جاتا ہے، لوگ دنیا کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں، قرآن کی تلاوت اور دین کی باتیں ان کے کانوں تک پہنچتی ہیں، لیکن اپنے مشاغل کی وجہ سے نہ وہ سنتے ہیں اور نہ خاموش رہتے ہیں، کیا ہمارا یہ طریقہ قرآن مجید اور دینی باتوں کی بے احترامی کی مترادف نہیں ہے؟

پھر مزید ستم یہ ہے کہ بعض اوقات ہم کلمۂ طیبہ، قرآنی آیات، احادیث، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے جھنڈے، پوسٹر، بینر وغیرہ لگاتے ہیں اور جلسہ ختم ہونے کے بعد نہیں دیکھتے کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ یہ مبارک کاغذ اور کپڑے کے ٹکڑے سڑکوں پر گرتے ہیں اور لوگوں کے قدموں سے روندے جاتے ہیں، اس بے تعظیمی کی ذمہ داری کس پر آئے گی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد جاگنے اور گفتگو کرنے سے منع فرمایا، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ سوائے اس کے کہ کوئی ضروری دینی بات ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے فوراً بعد آرام فرمایا کرتے تھے، عشاء کے بعد جلد سونے جانے کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ لوگ بہ آسانی فجر کی نماز ادا کرسکیں، اور جن لوگوں کو تہجد پڑھنے کی توفیق ہو، وہ آخر شب میں بیدار ہوسکیں، لیکن بعض اوقات یہ جلسے رات دیر تک ہوتے رہتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں بہت سے سامعین فجر کی نماز سے محروم رہتے ہیں، پس کیا جلسوں کی یہ ترتیب دین کے مزاج سے ہم آہنگ ہے؟

حاصل یہ ہے کہ جلسے اور اجتماعات دعوت اصلاح کے مؤثر ذرائع ہیں، یہ انبیاء کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں، لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ ان کو منعقد کرنے میں شریعت کی حدود اور دین کے مزاج کو پیش نظر رکھا جائے، یہ دوسرے کے لیے تکلیف دہ نہ ہوں، زور زبردستی نہ ہو، غیر شرعی طریقے پر ایسی چیزوں کا استعمال نہ کیا جائے، جن کے ہم مالک نہیں ہیں، یہ جلسے صرف کان کی لذت کا سامان نہ ہوں، بلکہ ان کے ذریعے امت کو عمل کا پیغام ملے، ہم اپنے اجتماعات کے لیے قرآن وحدیث اور صحابہ کرامؓ کے عمل کو بنیاد بنائیں نہ کہ ہم جوش وجذبے میں برادران وطن کے طور طریقوں کی پیروی کرنے لگیں، تبھی یہ جلسے سماج میں صالح تبدیلیاں لانے اور معاشرے کو ایک مثالی معاشرہ بنانے میں مدد ومعاون ہوسکتے ہیں، اور ان کے انعقاد پر ثواب مل سکتا ہے۔

کاش! ہم پوری دردمندی کے ساتھ ٹھنڈے دل سے ان سچائیوں پر غور کریں!

☆☆☆☆☆

علم وعمل

علمائے دین کا فرض منصبی

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

میں پہلی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، اوراس علاقہ سے بھی کبھی گزر ہوا ہے، یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ حضرات سے ملاقات ہو رہی ہے، اسلام کا اعجاز ہے کہ اجنبیت کا احساس نہیں اور اگر اجنبیت کا احساس ہے تو ہمارے اندر ایمان کی کمی ہے، کبھی کبھی سامنے والے کی طرف سے ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرف سے ہوتی ہے، اگر احساس ہے ایسا تو ایسا احساس صحیح نہیں ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ یہ بڑھتا جا رہا ہے کہ ایک علاقہ والے دوسرے علاقہ میں جاتے ہیں تو ان کو اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، ایک مدرسہ والے دوسرے مدرسہ میں جاتے ہیں تو ان کو اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، ایک حلقہ والے دوسرے حلقہ میں جاتے ہیں تو ان کو اجنبیت کا احساس ہوتا ہے ایک زبان سے تعلق رکھنے والے دوسری زبان والوں سے ملتے ہیں تو ان کو اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، غرض کہ یہ احساس آج کل پیدا ہوتا جا رہا ہے اور اسی احساس سے ہم خیر کے درجہ سے نیچے آرہے ہیں اور جب ہم خیر کے درجہ سے نیچے آئیں گے تو ہماری خیریت نہیں تو جو آج ساری دنیا میں ہماری خیریت نہیں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم کو بنایا گیا تھا خیر والا، لیکن ہم نے اس کے ساتھ شرک کی آمیزش کردی قرآن مجید میں فرمایا گیا: ''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ''، خیر امت کہا گیا، آپ اٹھا کر دیکھیں امت محمدیہ کے فضائل کے سلسلہ میں احادیث، آپ کو فضیلت کے کس کس مقام پر لے جایا گیا؟ اور آپ کو کون کون سا مقام عطا کیا گیا، لیکن جب ہم ہی خیر پر آمادہ ہونے والے نہ بنیں، اور خیر میں شرک کی آمیزش کرنے والے بن جائیں تو پھر کون آئے گا ہم کو اٹھانے کے لیے؟

آج انسانیت ہے یا حیوانیت؟

آج بہت سوچنے کی بات ہے، کہ اللہ نے ہم کو عالمی بنایا تھا آفاقی بنایا تھا، انسان بنایا تھا، اور انسانیت رکھی تھی اور انسانیت کو جگانے کا سبق سکھایا تھا، اور انسانوں کو سبق سکھانے کی ذمہ داری آپ کے سر رکھی تھی، لیکن آپ ذمہ داری ادا کرنے والے کتنے ہیں اور ہم ذمہ داری نبھانے والے کتنے ہیں، سب جانور ہوتے چلے جا رہے ہیں، حیوانت بڑھتی جا رہی ہے، اور دنیا ننگا ناچ رہی ہے، اوراس کے علاوہ کیسی کیسی حرکتیں، کیسی کیسی ظلمتیں اور کیسی کیسی تاریکیاں آج ہمارے چاروں طرف منڈلا رہی ہیں اور کیسے کیسے فتنے، اور کیسی کیسی غیر معمولی حرکتیں وجود میں آرہی ہیں، آپ کو کیا بس اسی لیے پیدا کیا گیا تھا کہ آپ اپنے کپڑے اور اپنے کھانے تک محدود رہیں اور اس پر جیتے رہیں، آخر یہ کون سی زندگی ہے جو ہم جی رہے ہیں؟ اس کے نتیجہ میں ساری دنیا کی نگاہیں ہمارے اوپر پڑ رہی ہے، دیکھئے اللہ تعالی نے کوئی کسر باقی نہیں رکھ چھوڑی۔

اپنی حیثیت کو پہچانیں

ابھی میں ایک جگہ گیا تھا وہاں کچھ لوگوں نے باتیں کیں مدرسہ میں بڑا مدرسہ ہے تو وہاں اچانک ایک بات ذہن میں آئی- کیسے کیسے فتنے، اور کیسی کیسی غیر معمولی تحریکیں وجود میں آرہی ہیں- اور واقعی جب بات ذہن میں آئی تو سمجھ میں آئی کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں آپ کو خطاب کرکے فرمایا: ''أیھا الثقلان'' آپ ثقل (وزن) ہیں قرآن میں خطاب کیا گیا ہے، اور آپ نے اپنے آپ کو ہم نے اپنے اپنے آپ کو ہلکا کرلیا ہے آپ کو ثقل بنایا گیا تھا، بھاری تھے آپ، جس پلڑے میں رکھ دئے جاتے وہ پلڑا جھک جاتا جس جگہ کھڑے ہو جاتے آپ، وہ جگہ بلند ہو جاتی اور جس جگہ آپ کسی کو کسی کام میں لگا دیتے تو وہ کام میں لگ کر اپنی منزل کو پہونچ جاتا، لیکن ہم لوگوں نے اپنے ثقل ہی کو نہیں پہچانا، کیسے نہیں پہچانا یہ بات تھوڑی لمبی ہو جائے گی مجھے جانا بھی ہے، لیکن میں چند باتیں ضرور عرض کئے دیتا ہوں، میں چاہ رہا تھا باتیں عرض کرنے کی کچھ نہ کچھ کہنے کی ہی، تا کہ اس سے میرا بھی کام بن جائے، اور آپ کا بھی، اور یہ جلسے اسی لیے منعقد ہوتے ہیں، صرف داستان سرائی کے لیے نہیں ہوتے ہیں بلکہ معاف کریں آپ، تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ مدرسہ کی روداد سنانے کے لیے نہیں ہوتے، یہ جلسوں کا مقصد کوئی اور ہوتا ہے لیکن جب ہم اس سے ہٹتے ہیں تو اس سے ہٹتے ہی چلے جاتے ہیں اور صرف اوپر کا خول ہمارے ہاتھ میں رہ جاتا ہے، اور ایسی قوم کسی کام کی نہیں رہتی اور پھر وہ اسی میں الجھی رہتی ہے۔

مدارس کے طلباء، طلباء ہیں؟

ایک مدرسہ میں میں نے عرض کیا تھا طالب علموں کو، یہاں بھی طالب علم بیٹھے ہیں آج کل مدرسوں کا یہ حال ہو رہا ہے کہ مدرسے والے ہی مدرسے والوں سے خفا ہیں، میں تو یہ سب جانتا ہوں کہ مدرسوں میں کیا ہو رہا ہے؟ بہت سے مدرسوں سے میرا تعلق ہے میں تو طلبا سے کہتا ہوں کہ آپ طالب علم ہیں بھی فیصلہ کر لیجئے، مجھے تو بہت شبہ ہے کہ کوئی طالب علم ہے، مدرسوں میں طالب علم نہیں

رہ گئے ہیں اب ، اس لیے کہ اب مدرسوں میں طالب علم آتے ہیں کسی اور وجہ سے کوئی طالب علم ہوتا ہے، کوئی طالب لباس ہوتا ہے کوئی طالب تفریح ہوتا ہے، جس کو تسہیلات کہتے ہیں، آج کل کی زبان میں faiciliteis یہ دیکھتے ہیں سہولتیں کہاں ہیں اسی لیے چکر کاٹتے رہتے ہیں مدرسوں کے اور پھر دیکھتے ہیں کہ جہاں سہولتیں زیادہ ہیں آرام ہے پھر وہاں جا کے داخل ہو جاتے ہیں تو وہ طالب علم کہاں ہوئے، طالب کہتے کس کو ہیں اس کو سمجھ لیجیے آپ جس کے اندر طلب ہو، آگے بڑھنے کی تڑپ ہو، کس چیز کی؟ علم کی، اور طالب علم کی ایک علامت یہ سمجھ لیجیے چونکہ ہر چیز کی ایک علامت ہوتی ہے، جو طالب علم ہوتا ہے ، وہ فارغ ہونے سے پہلے مطلوب بن جاتا ہے، اور جو طالب علم نہیں ہوتا اور دیکھنے میں لگتا ہے تو پوری زندگی طالب ہی رہتا ہے، کبھی ادھر ہاتھ پھیلا رہا ہے کبھی ادھر ہاتھ پھیلا رہا ہے، مجھے رکھ لو، مجھے جگہ مل جائے، یہ ہو جائے، وہ ہو جائے، یہ علامت ہے کہ آپ طالب علم نہیں ہیں ورنہ جو طالب علم ہوتا ہے وہ فارغ ہونے سے پہلے مطلوب بن جاتا ہے، نگاہیں اٹھنے لگتی ہیں اور لوگ اس کی مانگ بڑھا دیتے ہیں، کہ اس کو میرے یہاں بھیج دیجیے، میرے علاقہ میں بھیج دیجیے گا، میرے پاس بھی بہت آتی ہیں مانگیں، کہ آدمی بھیج دیجیے، میں نے کہا کہ بہت دنوں سے دیکھ رہا ہوں آدمی نظر نہیں آتے، اس وقت آدمی ہے اور آدمی نہیں ع

گھٹ گئے انساں بڑھ گئے سائے

اگر ثقل ختم ہو گیا تو!

آج مدرسے خوب بڑھتے جا رہے ہیں، اور علم گھٹتا جا رہا ہے، کتابیں بڑھتی جا رہی ہیں عجیب حالت ہے پھر اس کے بعد ثقل کہاں رہا؟ اور جب ثقل نہیں رہا تو ہم کو جو چاہے مارے، جو چاہے اچھالے، جیسے گیند ماری جاتی ہے، اچھالی جاتی ہے، ادھر مارا تو ادھر گئے ادھر مارا تو ادھر آئے، اور آپ کی کوئی حیثیت نہیں رہی، اور علامتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ حدیث میں دو علامتیں آتی ہیں، ایک تو كتداعى الأكلة علىٰ القصعة، اور ایک غثاء كغثاء السيل ،[مسند احمد بن حنبل] دونوں ہی باتیں ہیں، آپ پیالہ ہو گئے، اور سارے لوگ آپ کو نوالہ سمجھ کر ٹوٹ پڑے، پیالہ پر ٹوٹ پڑے، اور اس میں جو کچھ ہے اس پر ٹوٹ پڑے، دونوں باتیں ہیں، یہاں تو ترجمہ صرف اتنا کرتے ہیں کہ پیالے پر ٹوٹ پڑے، آپ ہو گئے پیالہ لوگوں کی نظر آپ پر ٹوٹ پڑی، اور سب آپ کو کھا رہے ہیں، آپ ان کو گالی دیتے رہیے گالی دے کے قوم پنپا نہیں کرتی یہ یاد رکھئے گا آپ، یہ یاد رکھئے گا کہ بڑی لمبی تقریر کر دیں گالی دے دیں، ایسی کی تیسی، آپ کے کہنے سے ایسی کی تیسی نہیں ہوگی، اور آپ کو آ کر ایک ہزار سنا دیں اور اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں، نکال لیجیے لیکن ہوگا کچھ نہیں، بھاری بنئے بھاری، پھر لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟

چارج کون لے ، امیدیں کس سے رکھیں؟

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے ایک موقعہ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا جب کہ روس کا بھی دور تھا، اور امریکہ کا بھی، مولانا کو تو اللہ نے بڑا علم عطا فرمایا تھا، میں نے سنا نہیں، لیکن سننے والوں کی سنی ہے کہ جب توحید پر بولتے تھے تو بس ایسا لگتا تھا کہ خدا سامنے ہے، دیکھ کر بول رہے ہیں، تو ظاہر ہے مولانا نے فرمایا امریکہ اور روس کیا ہیں؟ مکڑی کا جالا، جس دن اللہ تعالیٰ چاہے گا، تو جیسے مسواک سے مکڑی کا جالا صاف کیا جاتا ہے بس ایسے ہی یہ غائب ہو جائیں گے، صفحہ ہستی سے ایک غائب ہو گیا دوسرا غائب ہونے کے انتظار میں ہے، لیکن کس کو چارج دیا جائے وہ تیار نہیں، آپ تو ہو گئے قصعة، اور ہو گئے غثاء كغثاء السيل، آپ کے اندر دم ہی نہیں، آپ کیا چارج لیں گے، جو ایک مدرسہ سنبھال نہ سکیں، اس میں آپس میں الجھاؤ ہو جائے، ہمارے چھوٹے سے مدرسے میں ایک جگہ مسئلہ ہو گیا، وہاں ہمارے حضرت مولانا عبد اللہ عباس صاحبؒ نے ایک بڑا دلچسپ جملہ کہا: "ثورة في فنجان" تو آج کل ہمارے مدارس میں وہی ثورة في فنجان ہے، یہ سب تماشے ہو رہے ہیں، ایسے مدرسوں سے کیا امید کی جائے، یہ مدرسوں سے کچھ نہیں ہوگا۔

علم فی نفسہ بھاری ہے

یہ سن لیجیے برا لگے اچھا لگے مدرسوں سے نہیں ہوگا، لیکن مدرسوں کے اندر جو کچھ ہے اس سے اپنا تعلق قائم کر لیجیے، اس سے ہو جائے گا علم سے ہوگا علم کے اندر بھاری بھرکم بنو، علم فی نفسہ بھاری ہے، علم ثقل ہے، اور مال سایہ ہے، لیکن آج کل الٹا ہو گیا ہو کیا رہا ہے؟ مالدار اوپر، علماء نیچے، مال اوپر علم نیچے، اور مال کے سلسلے میں قرآن مجید میں آیا ہے قِيَاماً لِّلنَّاسِ، یعنی پیر ہے مال، یوں کہہ لیجئے اس پر کھڑا ہوا جاتا ہے، چلا جاتا ہے، دوڑا جاتا ہے، آپ اگر کوئی سر کو پیر پر رکھ دے، یا پیر سر پر رکھ دے، تو کیا ہوگا انجام؟ آج یہی ہو رہا ہے، کہ علماء تابع ہو گئے مالداروں کے، مالدار ان کے اوپر ہیں ، آگے ہو رہے ہیں، اور علماء پیچھے، بڑے ادب سے چلے جا رہے ہیں، ارے ان کو سکھاؤ مال کیسے لیا جاتا ہے کہاں رکھا جاتا ہے؟ کہاں خرچ کیا جاتا ہے؟ مال خیر ہے لیکن اس کا پورا نظام بتا دیا گیا ہے۔

مشائخ کون ہیں؟

لیکن اب یہی نہیں ہے کہ علماء ہی اس میں شامل ہیں بلکہ مشائخ بھی ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے تو لکھا

ہے جس پیر کے مرید مالدار زیادہ ہوں، وہ پیر معتبر نہیں، سن لیجیے جس پیر کے مالدار زیادہ مرید ہوئے وہ پیر معتبر نہیں، اور دیکھنے میں مالدار مرید ہوتا ہے پیر کے لیکن حقیقۃً پیر مالدار ہوتا ہے مرید نہیں اس کی مثال آپ دیکھ لیجیے مالدار کے یہاں ذرا سا عقیقہ ہے اور ذرا سا ختنہ ہے فوراً کہا فون پر کہ حضرت ہمارے یہ پروگرام ہے وہ ہوائی جہاز کا ٹکٹ ہم نے کٹوادیا ہے، تشریف لے آئیں، ایک غریب آکر کہے گا تب ذرا سا سوچیں گے شیخ صاحب، مالدار نے ایک آرڈر دیا زیادہ کہنے ضرورت نہیں، بھاگے چلے جا رہے ہیں، ہوائی جہاز سے یہ کون سی مریدی ہے بھائی؟ آپ مرید ہیں یا وہ مرید ہے؟ ارے معاملہ الٹا ہو گیا ہے۔

رسم سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں

میں صاف کہہ رہا ہوں آپ کو ہو سکتا ہے اچھا نہ لگے میں تو اسی لیے ہی کہنے آیا ہوں، اور میں کہہ کے چلا جاؤں گا، آپ کو برا لگے تو لگے، اس سے مجھے ڈر نہیں، اس لیے کہ میرا کوئی معاملہ یا واسطہ نہیں ہے دنیا میں، میں اللہ کے لیے کہہ رہا ہوں شاید کچھ جان جائیں، اور کسی کے اندر درد پیدا ہو جائے، ورنہ رونا یہ ہے کہ کوئی بھی جاننے والا نہیں ہے، اس وقت صاف کہیں تو مشکل ہو جائے، لیکن خود غور کریں ہم کہاں جا رہے ہیں ہمارے حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ جب یہ مسئلہ ہوتا تھا تو فرمایا ایک شعر میں کہ ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جانے میں، میں کچھ کہہ نہیں سکتا
کہ دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں

دستار باندھنے سے کیا ہوگا علامت ہے یہ بھی لیکن اب علامت ہی نہیں رسم رہ گئی، اور رسم سے اسلام کا کوئی تعلق نہیں، اسلام کا رسم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہمارا ثقل کیسے باقی رہے؟

قرآن پاک میں ثقل کیا گیا ہے کہ بھاری ہیں آپ، کیسے ہیں تو یہ بات ہر جگہ کہہ رہا ہوں، یہاں بھی کہتا ہوں کہ ثقل رہو، اللہ میاں نے بنایا ہے، ثقل اس طرح بنایا اس کی علامت ہے کہ آدم کو بنا کر فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کرو، مسجود بنا دیا، یعنی بھاری بنا دیا، یعنی آپ مسجود ہیں ساجد نہیں بنیے گا، آپ مسجود ہیں ساجد نہ بنئے، راکع نہ بنئے، کھڑے نہ رہیے ہر ایک کے سامنے ہاتھ جوڑ کر، آپ کو مسجود بنایا گیا ہے، صرف آپ خدا کے آگے سر جھکائیں، باقی کسی کے نہیں، اب اس میں کیا ہو رہا ہے، آج عقیدۂ توحید داؤ پر چڑھا ہوا ہے، اور یہ میں عوام سے نہیں کہہ رہا ہوں علماء سے کہہ رہا ہوں، اس وقت عقیدہ صحیح نہیں ہے، سب کو نہیں کہتا آپ سے بھی نہیں، کہ آپ بھی اپنے کو مراد نہ لیں، دوسرا لے تو لے، لیکن پھر کہیے تو کہہ دوں ابھی ایک جگہ دیکھا میں نے اپنی ہی آنکھوں سے ایک بڑے عالم کو دیکھا بخاری پڑھانے والے اور اپنی کتاب میں ایسا جملہ لکھ گئے سراپا شرک ہے وہ، اور ان کے کئی شاگرد بھی ہیں، مرید بھی ہیں، کسی نے اجازت دی ہے، پکڑا میں نے اور کہا تو کتاب سے اب نکالا جا رہا ہے، لکھا کیوں تھا؟ کیا ہو گیا ہے علماء کو، مسئلہ یہ ہے کہ عقیدۂ توحید کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں، سمجھتے ہیں یہ تو گھر کی لونڈی ہے، جی نہیں قرآن میں اعلان ہے اور حدیث میں بھی دونوں جگہ سن لیجیے: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ" [النساء/۴۸] اور جناب رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام نے کیا فرمایا: شفاعتی لمن لا یشرك باللہ شیئاً، شیئاً کا لفظ سمجھ لیجیے گا، أحداً نہیں کہا گیا ہے، شیئاً ہے، اس لیے کہ شرک پاخانہ ہے، پیشاب ہے، ایک چھینٹا بھی نہیں آنا چاہیے اتنا عقیدہ کو پاک صاف ہونا چاہیے اور خدا اور رسول میں فرق ہونا چاہیے دونوں کا معاملہ برابر نہیں فرق سمجھنا پڑے گا ع

باخدا دیوانہ باشی ، بامحمد ہوشیار

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ بہت نازک ہے و أنتم لا تشعرون، اس کی بھی تفسیر دیکھ لیجیے اٹھا کر کہ کیا ہے؟ آگے بھی نہ بڑھے یہ بھی ہے، اور آدمی پیچھے بھی نہ ہٹے۔ دونوں بے ادبی، دونوں غلط راستے۔

عقیدہ کی فکر ہر لمحہ فرض ہے

عقیدۂ توحید کی فکر لازمی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت شعیب کا قصہ سناتا ہے کہ نبی کے گھر میں کے ہیں، نبی کے بیٹے ہیں، نبی کے پوتے ہیں، نبی کے لڑکے ہیں، لیکن کیا کہہ رہے ہیں آخری وقت میں "مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي" [البقرة:۱۳۳] یہ کیوں پوچھا؟ ہمارے لیے پوچھا تھا ہندوستان والوں کے لیے، آج شرک پنپ رہا ہے کفر پنپ رہا ہے، برسات ہے شرک کی، آندھیاں چل رہی ہیں شرک کی، اور یہاں بیٹھ کر ہم کو فکر نہ ہو عقیدہ کی، فکر نہ ہو ثقل پیدا ہونے کی، حالانکہ پہلا درجہ یہی ہے۔

جاننے کے ساتھ تمسک بھی ضروری ہے

حدیث میں آتا ہے، علیکم بالثقلین، ترکت فیکم ثقلین، [السنن الکبری للنسائی] یہاں پر پریشان ہیں ہمارے، بہت سے محدثین بھی، میں اس کی تشریح کرتا ہوں کہ آپ ثقل ہونا چاہتے ہیں، تو ثقل سے اپنا تعلق قائم کر لیجیے، ثقل ہو جائیں گے، ثقلان ہیں آپ، لیکن ثقلین کب رہیں گے جب ثقلین سے جوڑ لیں گے اپنے آپ کو، کتاب و سنت سے جڑ جائیں، اور کتاب و سنت والوں سے جڑ جائیں، دونوں سے، ایک سے کام تنہا نہیں چلے گا، ہاں ایک سے تب چلے گا ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا، یہاں بھی ترجمہ صرف جان لینا کافی نہیں ہے، کہ کتاب و سنت کو جان لیں، جان لیں نہیں

ہے تمسک ہے، یہ عربی ہے یہ ہماری اردو زبان نہیں، گجراتی نہیں، عربی ہے، یمسکون بالکتاب، مضبوطی سے تھام لیتے ہیں، ایسے ہی تمسکتم، تم نے اچھی طرح سے تھام لیا سمجھ کر غور وفکر کرکے، پڑھ کے لیکن اب آپ عربی نہیں جانتے تو قرآن مجید کیا جانیں گے پھر اس کے ساتھ جو علوم ہیں ان کا بھی جاننا ضروری ہے اس لیے کہ زبانوں میں سب سے بھاری زبان عربی ہے، اسی لیے ثقل پیدا ہوجاتا ہے، عربی جو جانتا ہے اس کے اندر ثقل آتا ہے، اسی لیے ساری زبانوں میں بھاری باقی رہنے والی ہمیشہ رہنے والی زبان عربی ہے، سب سے فصیح ہے، سب سے زیادہ گہری ہے، جو اس سے جڑ گیا وہ باقی ہوگیا، جو عربی سے جڑ جائے گا باقی رہے گا، جو عربی کے ساتھ رہے گا ہمیشہ رہے گا، ایسے ہی نہیں کہہ رہا ہوں یہ کوئی دعویٰ نہیں ہے بالکل صحیح بات ہے، بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو فارسی میں لکھی گئیں ہیں اور سنسکرت میں لکھی گئی ہیں، ان کا ترجمہ عربی میں ہوگیا، ان کی تفصیلات آج بھی باقی ہیں، اگر عربی میں ترجمہ نہ ہوا ہوتا تو کوئی نہ جانتا عربی میں جو آجاتا ہے وہ روک لیتی ہے اس کو اوپر اٹھا دیتی ہے، تو اس سے بھی ثقل پیدا ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ جو ثقل کی چیزیں ہیں اس میں کیا ہے ایک چیز ہے جس کو کہتے ہیں قرآن مجید میں: ''وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ'' [آل عمران/۷] علم کے اندر رسوخ پیدا ہوجائے تو ثقل ہوجائے گا۔

رسوخ فی العلم کی علامت

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ہر چیز کی کچھ علامتیں ہوتی ہیں، ایسے ہی راسخون فی العلم کی علامت ہے، وہ ہے تردد کا ختم ہوجانا جس عالم کو تردد پیش نہ آئے قرآن وحدیث میں کبھی بھی، وہ عالم راسخ فی العلم ہے، اور یہی صدیقیت ہے، صدیق کہتے کس کو ہیں صدیق تین چیزیں اس کے اندر ہیں، یوں تو ترجمے الگ الگ ہیں، میرا ترجمہ سن لیجیے جس کے قول میں صداقت ہو علم میں صداقت ہو حال میں صداقت ہو تو کبھی تردد پیش نہیں آئے گا، اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کبھی تردد پیش ہی نہیں آیا، آپ نے کہا میں ایمان لے آیا ہوں نبوت کا، میں عامل ہوں فوراً کہا آپ نے، میں ماننے والا ہوں، اور پھر حضرت ابوبکر کو دیکھتے جائیے صلح حدیبیہ کا موقع ہے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے دنیا سے جانے کا موقع ہے، سب میں صدیقیت کے ساتھ کھڑے ہوجاتے ہیں ان کو کہیں تردد نہیں ہوتا ذرا بھی، کیونکہ وہ سب سے بھاری ہیں، حضرت ابوبکرؓ بڑے بڑے اس زمانہ کے مضبوط ترین انسان ابوبکر کے سامنے ہیچ نظر آتے ہیں، حضرت عمرؓ کو ڈانٹا حضرت ابوبکر نے کہا: أجبار في الجاهلية، خوار في الاسلام، [کنز العمال] کہ میاں بڑے لحیم شحیم کے آدمی تھے یہاں آکر کے ڈھیلے ہوگئے، یہ بھاری ہیں ابوبکر، ثقل ہیں، خیر یہ تو صحابہ میں ہر ایک کے پاس ہے، ابوبکر تو بہت اونچی چیز ہیں ان کو سمجھ ہی نہیں سکتے، غرض کہ علم کے اندر رسوخ پیدا ہوجائے، ورنہ علماء تو بہت ہیں، رسوخ نہیں ہے۔

غصہ کو قابو میں رکھیں

ہمارے علماء کا حال تو یہ ہے اگر کوئی سوال کرے تو اس پر غصہ آتا ہے، اس کا ایک لطیفہ میرے ساتھ پیش آگیا، ہمارے وہاں علاقہ میں علماء بہت رہتے ہیں دیوبند کے، مظاہر کے، ندوہ کے، سب فارغین ہیں علاقائی، وہاں مولانا محمد احمد صاحب بھی تشریف فرماتھے تو میں بھی جاتا رہتا تھا ملنے، تو وہاں پر ایک آدمی بیٹھے ہوئے تھے، تو انہوں نے جیسے ہی دیکھا تو اپنا بیگ ہٹادیا، اور مجھے بٹھادیا، سیٹ پر، اور جب بس چل دی، تو مجھ سے کہا معاف کیجئے گا ''مولانا لوگ'' بے وقوف ہوتے ہیں، ڈائریکٹ اسی طرح سے، اب میں ظاہر ہے تھوڑا سا پریشان تو ہوا تو میں نے غور کیا معاملہ ہے کیا؟ پھر میں نے بھی ان کے جیسا جواب دیا، ہم نے کہا ہاں ہوتے تو ہیں، اس میں کون سی بات ہے، ہوتے تو ہیں، مگر اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ آدمی نہیں ہوتے، مگر اس وقت ہم نے یہ نہیں کہا، ان سے ہم نے کہا بس ہوتے تو ہیں، اب بڑا خوش ہوگئے، سمجھے کہ ہمارے مطلب کا آدمی ہے، اور پورا ایک گھنٹہ علماء کی برائی کی، بہت برائی کی، کہ کچھ نہیں جانتے، نہ پڑھے لکھے نہ تاریخ جانیں، نہ یہ جانیں نہ وہ جانیں، کہنے لگے یہ رُوپ علماء کا ہے، تو ایک گھنٹہ جب تقریر کر چکے، تو ہم نے کہا کہ میں کچھ کہوں، کہنے لگے فرمائیے، ہم نے کہا یہ سب آپ کی وجہ سے ہے، پھر دو باتیں ان سے عرض کیں، ہم نے کہا ان سے کہ کتنے بیٹے ہیں، کہنے لگے اتنے، ہم نے کہا کتنوں کو عالم بنایا آپ نے، اب پھنسے، ہم نے کہا آج کل کا حال یہ ہے، ایک لڑکا عقل مند ہے دوسرا بے وقوف، بے وقوف کو مدرسہ میں بھیج دیا اور جو عقل مند ہے اس کو انگریزی کی لائن میں لگا دیا، نمبر دو یہ کہ آپ کے پاس دو طرح کے پیسے ہیں، ایک زکاۃ کا ہے، صدقہ وخیرات کا ہے، وہ آپ نے مدرسہ کو دے دیا، اور اچھا آپ نے اپنے بیٹے کو کھلا دیا، اور پھر آپ کہتے ہیں بے وقوف، تو کس نے بنایا؟ آپ نے بنایا، آپ خود پلے درجہ کے بے وقوف ہیں، تو اتنے خوش ہوئے وہ ہماری بات سے، کہنے لگے کہ میرے پاس بہت سے مولوی آئے، کہ کتابیں بہت ہیں، میں بہت خاندانی آدمی ہوں، میرے یہاں بہت کتابیں ہیں، میں نے آج تک کسی کو دیا نہیں، آپ جس ادارہ سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اس لائق ہے، آپ کو کتاب دی

جائے، ڈھائی سو کتابیں دیں انہوں نے، اس دن سے میں نے طے کرلیا کہ کبھی غصہ نہیں ہونا ہے، اور آپ سے بھی کہتا ہوں علم جب کم ہوتا ہے تبھی آدمی غصہ ہوتا ہے، اور پھر انہوں نے بتایا کہ یہ روپ علماء کا ہے، اور علماء آتے ہیں، اور میں اسی طرح کہتا ہوں، وہ غصہ ہوکر سیٹ چھوڑ دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کمبخت تیری نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہیں ملے گا، اور یہ کہہ کر پیچھے بیٹھ جاتے ہیں سیٹ خالی ہوجاتی ہے، پھر کوئی مولوی آتا ہے، تو میں اس کو بٹھاتا ہوں یہی میرا مذاق ہے، تو بات یہی ہے اگر رسوخ پیدا ہوجائے علم کے اندر، اور ہمارے اندر بھاری بھرکم ہونا پیدا ہوجائے، تو پھر کیا مجال ہے ہمارے اوپر کوئی دیکھ سکے کوئی دیکھ سکتا ہے، جس پلڑے میں رکھ دیا جائے گا، وہ پلڑا جھک جائے گا، لیکن ہمارے اندر رسوخ ہونا چاہیے، ہمارے اندر وہ بھاری بھرکم پیدا ہونا چاہیے، اس کی بہت سی شکلیں ہیں، من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین، [صحیح البخاری فی باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین] یعنی تفقہ فی الدین جس کے اندر پیدا ہوجائے وہ بھاری ہوگیا، اسی لیے اس کے بارے میں فرمایا گیا جس کو اللہ تعالیٰ حکمت عطا فرمادے تو اس کو فقد أوتی خیرا کثیرا اس کو خیر کثیر مل گئی، اسی طرح اخلاق میں اخلاق جو ہیں اصلاقی المیز ان ہیں۔

علم اور مال کب وبال ہوتے ہیں؟

اس کے بعد جو علوم ہیں اس کی تفصیل ہے اس میں یہ ہے کہ: ''اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ'' [العلق/۱] پڑھیے مگر اللہ کے نام سے، کیونکہ اللہ کا نام جو ہے حدیث میں آتا ہے: لا یثقل مع اسم اللہ شیئاً، [المستدرک للحاکم] اللہ کا نام جس چیز میں آجائے وہ بھاری ہوجاتی ہے، ایسے ہی سبحان اللہ و بحمدہ، کلمتان ثقیلتان، [صحیح البخاری فی باب قول اللہ ونضع الموازین بالقسط] ثقیلتان ہیں بھاری بھرکم ہیں، اور ہلکے پھلکے ہیں جو ان کو ادا کرے، صحیح نیت کے ساتھ، اخلاص کے ساتھ، بہت کچھ بن جاتا ہے، اب یہ دیکھنا پڑے گا کہ اللہ کا نام ہے یا نہیں، ہمارے حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے امریکہ اور یوروپ میں علم ہے، اللہ کا نام نہیں ہے، اس لیے علم وبال ہے، اور مال ہے ماشاء اللہ لینے والا نہیں ہے، علم بھی وبال مال بھی وبال، ساری دنیا کو پریشان کرڈالا، تو یہ ہماری ذمہ داری تھی، کہ وہ ہمارے نام کو لے جاتے، یا وہاں سے علوم لاتے، اس میں اللہ کا نام ملا دیتے، اللہ کا نام شامل کرتے تو وہ علوم بھی فائدہ پہونچاتے ساری دنیا کو، آج دنیا راحت کی سانس لیتی، اور لوگوں کو چین وسکون ملتا۔

اگر ہم ثقل ہوجائیں

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر ثقل پیدا کریں اور اس کے لیے جیسا میں نے عرض کیا: أیھا الثقلان علیکم بالثقلین، اگر یہ بات پیدا ہوجائے ان شاء اللہ ہم ثقل ہوں گے، اور جب ثقل ہوں گے تو آزمائشیں ہم کو ہلا نہیں سکتیں، ہم کو کوئی ڈانواڈول نہیں کرسکتا، ہم کو کوئی پریشان نہیں کرسکتا، اور آج نگاہیں اسی لیے اٹھ رہی ہیں، کہ ہم ہلکے ہوگئے، جیسے بعض لڑکے درجہ میں سیدھے ہوتے ہیں اور لڑکے ان سے مذاق کرتے ہیں، کوئی ادھر سے ٹیپ مارتا ہے کوئی ادھر سے ٹیپ مارتا ہے، تو لڑکے اچھلتے ہیں کس نے مارا؟ اے تو نے مارا، کہا نہیں، پھر ایک ادھر سے اس نے مارا، لیکن بے وقوف ہے وہ سمجھ نہیں پاتا، کس نے مارا؟ ایسے ہی آج ہم ٹیپ کھا رہے ہیں، کوئی ادھر سے مار رہا ہے، ادھر اٹھالیا، ادھر اٹھالیا، یہ فساد یہ ہنگامہ، یہ سب اسی لیے کہ ہم سب ہلکے ہوگئے، اگر ہم بھاری ہوتے تو یہ زندہ باد مردہ باد کچھ ہوتا ہی نہیں، حالانکہ اس سے کچھ نہیں ہوگا، کرکے دیکھ لیجیے آپ، ہونا اس وقت ہے جب ہمارے اندر ثقل پیدا ہوجائے، ہم جو ہلکے ہوگئے ہیں، وہ ہلکاپن دور ہوجائے، اور لوگ سمجھ لیں کہ غثاء کغثاء السیل نہیں ہے۔

نفع بخش چیز بہتی نہیں ہے

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقائے انفع کا قانون، ''فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ'' [الرعد/۱۷] جو لوگوں کو نفع پہونچاتا ہے اس کو کوئی بہا نہیں سکتا، اور جھاگ چلا جاتا ہے بہہ کر، ایسے ہی آج ہم بھی بہہ رہے ہیں، کہ موبائل مل گیا وہ مل گیا، کھلونا مل گیا، کھیلنے لگے، اور اس میں دیکھنے لگے، کیا یہ تمھاری دیکھنے کی چیزیں ہیں؟ تو جو بہہ جائے وہ کہاں باقی رہے گا، جو گڑھ جائے اپنی جگہ، جڑ پکڑ جائے، اس کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں ہلاسکتی، اگر یہ بات ہم اپنے اندر پیدا کرلیں شروع سے، تو پھر ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں وہ مقام دے سکتا ہے جو ہم نے سوچا بھی نہ ہو، اس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، دیر یہ ہے کہ ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں

اوپر سے صدا بار بار آرہی ہے، لیکن ہمارا ضمیر تنگ ہوگیا ہے، ہم چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں چھوٹے چھوٹے مدرسوں میں سیاست میں پھنس گئے ہیں المدرسۃ السیاسیۃ، میں پڑکر رہ گئے ہیں تو ہم کیا کریں گے اور کس کو پیغام دیں گے؟ بس میرے بھائیو اور دوستو! اپنے اندر آفاقیت پیدا کیجیے، عالمیت پیدا کیجیے، انسانیت پیدا کیجیے، اور اپنے اندر ثقل پیدا کیجیے، اپنے آپ کو بھاری بھرکم بنائیے، پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا انعامات ملتے ہیں، اور آپ سے کیا کام لیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔

☆☆☆☆☆

فکرونظر

فلسفۂ رنج والم

مولانا محمد علاء الدین ندوی

فرض کریں کہ آپ کسی تاریک کمرے میں بند ہیں اور اچانک کوئی آپ پر حملہ کردیتا ہے اور تابڑتوڑ مارتا چلا جاتا ہے، درد والم کی شدت اور موت کے خطرے سے آپ چیخ چلا رہے ہیں مگر حیرت زدہ بھی ہیں کہ آخر یہ مارنے والا کون ہوسکتا ہے؟ اتنے میں اچانک تاریک کمرہ روشن ہوجاتا ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کو مارنے والا کوئی دوسرا نہیں بلکہ آپ کا مہربان باپ یا محبوب ترین استاد ہے، اب آپ کی حیرت زدگی ختم تو نہیں ہوئی مگر اپنی محبوب ہستی کو دیکھ کر اور باوجودیکہ ان کی یہ حرکت آپ کے سمجھ میں نہیں آرہی ہے، آپ کا دل لطف ولذت کے احساس سے چٹکی لیتا ہے اور درد وچوٹ کی کراہ کے باوجود محبت وشفقت کا میٹھا میٹھا احساس ہونے لگتا ہے۔

یہ دوروزہ زندگی کی حیثیت بھی ایک تاریک کمرے سے زیادہ کچھ نہیں، جو خوف وخطر اور رنج والم سے معمور ہے، اس لیے تو اسے دارالمحن، اور مومن کے حق میں سجن المؤمن کہا گیا ہے، بظاہر مطمئن نظر آنے والا ہر انسان بھی اپنے لاشعور میں کہیں نہ کہیں لرزاں وترساں اور ہراساں وپریشاں رہتا ہے، مصائب کا نزول اور مشکلات کی خلش اسے رنج والم میں مبتلا رکھتی ہے، اس میں شاہ وگدا، امیر وفقیر، عالم وجاہل، شہ زور وبے زور میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ قادر مطلق کی حکمت و مشیت کے سامنے تو ہر کوئی بے بس ہے، خدا جس کو چاہتا ہے ہنساتا ہے جس کو چاہتا ہے رلاتا ہے، جب چاہتا ہے مارتا ہے، جب چاہتا ہے جلاتا ہے، جس کو چاہے مال دار بنا دیتا ہے جس کو چاہے غریب وبے مایہ کردیتا ہے، وہ چاہتا ہے تو ایک فقیر بے نوا کو سکون کی دولت دے دیتا ہے، اور اس کی مرضی ہوتی ہے تو وہ بڑی بڑی سلطنتوں کے شاہوں کو رنج والم کے گرداب میں ڈال دیتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ یہ رنج وغم اور یہ آلام ومصائب کیوں پیش آتے ہیں؟ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ یہ ہمارے باطن میں پوشیدہ سیرت وکردار اور نظریۂ حیات وکائنات کا عکس ہیں، یہ ہمارے انفسی تغیرات کا شاخسانہ ہیں جو آفاق میں ظاہر ہوتے ہیں، رذائل و فضائل کی شکل میں، معروفات ومنکرات کی شکل ہیں اور نیکیوں اور بدیوں کی شکل میں ہمارے اپنے خیالات اور اعمال ہیں جو لوٹا دیے جاتے ہیں، زندگی کی ناہمواریاں، بے لگام خواہشات، لذتوں اور شہوتوں کی ڈھیلی باگ اور شیطان کی پیروی کرنے والا خود پر ظلم ڈھاتا ہے اور یہی رویہ انسانی معاشرے میں ایک آئینہ کی شکل میں نمودار ہوتا ہے، اللہ کا ارشاد ہے: "وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ"۔ [الشوریٰ]۔

معاشرے میں پیش آنے والے واقعات وحوادث، ہمارے برے بھلے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں، سماج کی بے راہ روی، عالم کا فساد، انسانی فکر وخیال کی کجی کی غمازی کرتا ہے اور ہمارے اندر کے انسان کی تصویر دکھاتا ہے، زمین میں ایک سیدھی لکڑی گاڑ دیجیے، اس کا سایہ سیدھا ہوگا، لکڑی ٹیڑھی ہے تو سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا۔

لوگ صحت کے اصولوں کے خلاف ورزی کرتے ہیں، کھانے پینے میں بدپرہیزی کرتے ہیں، نتیجہ میں بیمار پڑتے ہیں، اور مر بھی جاتے ہیں، چند بدمعاشوں کی دہشت گردی سے پورے علاقے بلکہ پورے ملک کا امن وچین غارت ہوجاتا ہے، ایک مچھلی اگر پورے تالاب کو گندہ کرسکتی ہے تو کیا باطنی اور روحانی زندگی کو گندہ کرنے والے بداعمالوں کی بداعمالیوں کے اثرات اخلاق، ومذہب، دین داری اور سماج کے امن وشانتی پر نہ پڑے گا؟! انسان کا نفس پراگندہ ہے، اس کے خیال میں ٹیڑھ ہے، وہ روحانی بیماریوں کی آماجگاہ ہے، وہ فسادی سوچ اور منفی خیال کا عادی ہے، وہ لوٹ مار قتل، سفاکی، بدکاری وبداعمالی، نفس کی غلامی اور جنسی ہوس کا ذہنی پجاری ہے، جس سماج کے انسانوں کی ایسی گندی سوچ ہو وہاں باہر کی دنیا میں اسی کی تصویر نظر آئے گی۔

رنج وغم اور آلام ومصائب کو صرف منفی پہلو میں نہیں لینا چاہیے، ان کا بدصورت چہرہ اور کریہہ منظر، ان کے خونچکاں زخم اور ان کی کڑواہٹ، ان کا ایک پہلو ہے، دوسرا پہلو یہ ہے کہ رنج وغم اور کرب ومصیبت میں حسن وجمال اور دیدہ زیبی پنہاں ہوتی ہے، یہ تریاق کا بھی کام کرتے ہیں اور دوا کا بھی، بحرانی دور میں تو مصائب زمانہ سے قوموں کے اخلاق سنورتے ہیں کیونکہ مصائب عبرت کا کوڑا بن کر آتے ہیں، اور اپنی قوم سے ایثار وقربانی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

موت نہ آتی ہوتی تو زندگی کا وجود نہ ہوتا،

لوہے کو زنگ کھانے لگتا ہے تو آگ پر تپا کر زنگ دور کر دیا جاتا ہے، انسانی فطرت بگاڑ کا شکار ہوجاتی ہے تو مصائب کے تازیانوں سے اس کو درست کیا جاتا ہے، رنج ومحن کے زمانے میں عظماء وزعماء، مصلحین ومجددین میدان عمل میں آتے ہیں اور اپنی قربانیوں کے نمونے دکھا کر اپنی اپنی قوموں سے ایثار وقربانی کا مطالبہ کرتے ہیں، قربانیوں کے بغیر تو کوئی قوم اپنی خودی کی حفاظت نہیں کرسکتی، نہ ہی خود دارانہ چال چل سکتی ہے، مادیت کے سیلاب کے سامنے جو فرد یا قوم بند نہ باندھ سکے، وہ اسی کے سیلاب تند میں بہہ جاتی ہے، یہ قوانین فطرت ہیں جو بدلا نہیں کرتے۔

انسانی زندگی تضادات سے عبارت ہے، اور یہ اس کا حسن ہے، ناہمواریاں نہ ہوں تو ہمواری کا جذبہ کہاں سے ابھرے؟ سخت تھکان کے بعد ہی آرام وراحت کی لذت سوا ہوتی ہے، پیاسے ہی کو پانی کا مزہ اور بھوکے ہی کو کھانا مرغوب معلوم ہوتا ہے، جو کڑواہٹ کے مزے سے نا آشنا ہو وہ شیرنی کی لذت کیا سمجھے، محرومی وناکامی کے بعد سعادت وکامرانی کی لذت دوآتشہ ہوتی ہے۔

انسانی معاشرے کے جسم میں جب پیپ اور سڑاند پیدا ہوجاتی ہے تو مصائب نشتر کا کام کرتے ہیں، انسان کو پرکھنے کا معیار مصائب ہیں، فارغ البالی اور آسائش حیات کے زمانے میں ہر شخص شیر خدا بنا پھرتا ہے، مصائب سے اس کی اطاعت وبندگی کی قلعی کھلتی ہے۔

رنج وغم، آلام وآزار، مصائب زمانہ اور گردش احوال سے سبق لینا چاہیں تو ان سے ہماری سیرت کی تعمیر، باطن کا تصفیہ، قلب کا تزکیہ اور ذہن ودل کی اصلاح ہوسکتی ہے، کیونکہ انسان اس دنیا میں چین کی بانسری بجانے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہے، بلکہ یہ دنیا سخت محنت ومشقت کرنے اور سختیاں جھیلنے کے لیے بنائی گئی ہے، اور انسان اس حالت سے گزرے بغیر رہ ہی نہیں سکتا، اسی بات کو بتانے کے لیے فرمایا گیا: ”وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ“ درحقیقت ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا، مگر وہ جو مصائب اور آزمائشوں کی منفی عینک سے دیکھتے ہیں اور ان سے فرار چاہتے ہیں، وہ ایک ”تکوینی قانون“ سے بھاگ جانا چاہتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ جنہیں مبتلائے رنج وغم کیا جاتا ہے، انہیں سیرت سازی کے مدرسے سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے، سیرت سازی کے لیے غم والم سے زیادہ مؤثر ذریعہ اور کامیاب ادارہ کوئی دوسرا نہیں، اسی سے نفس کا سرکش لگام قابو میں رہتا ہے، اسی سے حق کے وفادار اور باطل کے پرستار کا کھرا کھوٹا ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی سے پیمانۂ صبر اور تسلیم ورضا ناپا جاتا ہے، اسی کے بعد انابت ورجوع الی اللہ میں خوب جی لگتا ہے، اسی سے احساس ریزہ ریزہ اور دل پارہ پارہ ہوتا ہے، اسی سے خدا کی رحمتوں کے دروازوں میں دستک دی جاتی ہے، یہیں سے فوز وفلاح کی راہیں کھلتی ہیں، اور یہیں اپنی تخلیق کے مقصد اور ابتلاء وآزمائش کی حکمت کو سمجھ کر رنج وغم پر راضی برضا رہنے والے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والے اللہ کے محبوب و مقرب بن جاتے ہیں، اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔

☆☆☆☆☆

اسوۂ حسنہ

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش مزاجیاں

● ....نوید احمد ربانی

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے دائرۂ حدود میں رہ کر کبھی کبھی اپنے صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ سے مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے، جس کی چند ایک مستند مثالیں ذیل میں رقم کی جارہی ہیں:

حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر ادا فرماتے تو سورج کے طلوع ہونے تک (وہیں مسجد میں) بیٹھے رہتے تھے، صحابہ کرامؓ بیٹھ کر زمانہ جاہلیت کی باتیں کرتے تھے کہ ہم نعوذ باللہ کس طرح گمراہی اور ضلالت میں زندگی گزار رہے تھے، صحابہ کرامؓ ہنستے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف تبسم فرماتے تھے۔[صحیح مسلم، حدیث رقم: ۲۳۲۲]

☆نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ محترمہ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کررہی تھی، تب نئی نئی شادی ہوئی تھی ہمارے قافلے میں کچھ اور صحابہ کرامؓ بھی ہم سفر تھے، ایک جگہ پہنچے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا: تم لوگ آگے نکل جاؤ، جب وہ کچھ فاصلے پر دور نکل گئے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: آؤ عائشہ دوڑ لگاتے ہیں، دیکھتے ہیں کون آگے نکلتا ہے؟ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑے اور کم عمری کی وجہ سے میں آگے نکل گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر خاموشی اختیار کی، پھر کچھ سال گزر گئے، میرا وزن بڑھ گیا، ہم پھر دوڑے، اس دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس پہلی دوڑ کا بدلہ ہے جب تم جیت گئی تھیں۔[سنن نسائی: ج۸/ص۱۷۸]

☆حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے سواری کے لیے اونٹ کا بچہ دیتا ہوں، تو اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بچے کو لے کر کیا کروں گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مزاح کرتے ہوئے) فرمایا: اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔[سنن ترمذی: حدیث رقم ۱۹۹۱]

☆حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص جس کا نام زاہر تھا، وہ دیہات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تحفہ لاتا تھا، جب وہ واپس جانے کا ارادہ کرتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے تحائف دیتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زاہر! ہمارا بادیہ (دیہاتی) ہے اور ہم اس کے شہری ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے محبت کرتے تھے حالانکہ وہ شخص خوبصورت نہیں تھا، ایک دن وہ اپنا سامان بیچ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اس کے پیچھے سے اس کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں رہا تھا، کہنے لگا: یہ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے، پھر جب اس نے چہرہ پھیرا تو نبی کریم کو پہچان لیا اور اپنی پشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے ملانے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: اس بندے کو کون خریدے گا؟ تو اس نے کہا: یارسول اللہ! آپ مجھے بہت کم قیمت پائیں گے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کم قیمت والا نہیں ہے یا فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت قیمتی ہے۔[صحیح ابن حبان: حدیث رقم ۲۲۷۶]

☆حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بطور مزاح فرمایا: "یاذا الأذنین" (اے دو کان والے) حالانکہ سیدنا انسؓ کے دو ہی کان تھے۔[سنن ترمذی، رقم ۱۹۹۲]

☆حضرت معمر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے مبارک موقع پر مجھے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کی خدمت کرنے کا اعزاز ملا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں قربانی کو ذبح فرمایا اور پھر مجھے اپنی حجامت کرنے کا حکم فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق استرا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری جانب دیکھا اور مسکراتے ہوئے (بطور مزاح) فرمایا: اے معمر! اللہ کے رسول نے اپنا سر تیرے حوالے کردیا ہے، جبکہ تیرے ہاتھ میں تیز استرا ہے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل وکرم ہے۔[مسند احمد بن حنبل: ج۴۵/ص۲۲۳،۲۲۲]

☆صحابی رسول حضرت حبان بن منقذؓ تجارت کے پیشے سے منسلک تھے، چنانچہ ایک دفعہ ان سے تجارت میں دھوکہ ہوگیا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا کہ میرے ساتھ دھوکا ہوگیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے بطور مزاح فرمایا: آئندہ جب بھی تم تجارت کرو تو سودا کرنے سے پہلے کہہ دو کہ دھوکہ نہیں چلے گا۔[صحیح بخاری، حدیث رقم ۲۲۱۷]

☆☆☆☆☆

کاروان علم ودعوت

اسلام کا قرآنی وعملی تعارف وقت کی ضرورت

نیپال، بہار اور مظفر نگر کے یادگار اجتماعات اور قیمتی خطابات

محمود حسن حسنی ندوی

دار العلوم نور الاسلام جلپاپور سنسری نیپال کا ۶۷/سالہ بین الاقوامی تعلیمی اجلاس زیر سرپرستی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم بدھ، جمعرات، جمعہ ۸، ۹، ۱۰/ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ مطابق ۸، ۹، ۱۰/ مارچ ۲۰۱۷ء منعقد ہوا، جس میں امام مسجد قبا جو مسجد نبوی شریف میں تراویح کے امام بھی ہیں، شریک ہوئے، اور جمعہ کی نماز لاکھوں کے مجمع کو پڑھائی، جنہوں نے اپنے خطبۂ جمعہ میں دار العلوم نور الاسلام سنسری کا ذکر کرتے ہوئے ندوۃ العلماء کا بھی ذکر کیا، اور شکریہ ادا کیا، ان کے خطبہ کی خاص بات اسلام کا امن اور انسانیت کی تعلیم پر زور تھا، اور اسلام کے نام پر جو بے راہ روی اختیار کی جارہی ہے، داعش کا نام لے کر اس پر تنقید کی اور سعودی عرب کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کیا کہ اس مملکت نے اسلام کو اپنا مقصد بنایا اور اس کی تقویت کے لیے کسی ملک میں بھی مدد کی ضرورت پڑتی ہے، اس کے حکمراں دل کھول کر مدد کرتے ہیں، خطبۂ جمعہ سے دو گھنٹہ قبل اجلاس کا اختتامی جلسہ تھا جس کی صدارت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے فرمائی تھی، ان کا اور جناب مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی دونوں کے خطاب ہوا، اس سے قبل داعی اجلاس مولانا محمد ایوب ندوی نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا تھا، جس میں انہوں نے دار العلوم کے آغاز سے اب تک کی سرگرمیوں کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے منشی بشیر الدین مرحوم اور مولانا محمد مسلم مرحوم کی خدمات کا ذکر کیا کہ ان دونوں نے کیسے سخت حالات میں بیرونی مقام پورنیہ بہار سے آکر اس پسماندہ علاقہ میں تعلیمی بیداری کی مہم چلائی، اس کا اثر آج ہے کہ علماء کی ایک بڑی کھیپ نیپال سے نکل چکی ہے، اور تعلیم ودعوت کے کام میں لگی ہوئی ہے، اور ان کوششوں سے اقتصادی حالت بھی بہتر ہوئی ہے۔

اختتامی دعا حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی ہوئی، جس میں انہوں نے اس دار العلوم کے منارہ نور اور مرکز ہدایت ہونے کی خاص طور پر دعا کی، جو بڑی پرسوز اور پر درد تھی۔

نیپال، چین اور ہندوستان کے درمیان ایسا ملک ہے جس کے دونوں ملکوں ہی سے نہیں اور دوسرے سبھی ممالک سے اچھے تعلقات ہیں، لیکن یہ ایک غریب ملک کے طور پر معروف رہا ہے، چین کا سامان یہاں زیادہ آتا تھا اور اس راستہ سے وہ دوسری ملکوں میں جاتا تھا مگر اب یہ کاروبار بھی کمزور ہوگیا ہے، نیپال کے حدود میں داخل ہوتے ہی ایسا محسوس ہوا کہ بہار کے ہی ایک دوسرے ضلع میں آئے ہیں، ارریہ سے متصل مورنگ پھر سنسری ہے، سنسری کا قصبہ جلپا پور ہے جہاں نیپال کا ندوہ دار العلوم جلپاپور قائم ہے، وسیع اراضی پر مشتمل یہ دار العلوم کئی عمارتیں رکھتا ہے، چلتے چلتے بھی ایک دو عمارتوں کا سنگ بنیاد دار العلوم کے ذمہ داروں مولانا محمد ایوب ندوی اور مولانا حیدر علی ندوی نے رکھوایا، اور اول الذکر ناظم اور ثانی الذکر نائب ناظم ہیں، ایک عمارت جس کا سنگ بنیاد رکھوایا کتب خانہ علامہ ابوالحسن علی ندوی کا تھا، یہ دونوں ذمہ دار وقار و تمکنت کا پہاڑ نظر آئے، ایک وقت ان لوگوں پر بہت سخت گزرا جب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا پروگرام ملتوی ہوتے ہوتے رہ گیا تھا، حضرت والا کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ سب سے زیادہ خوشی آپ حضرات کی آمد سے ہوئی، مولانا حیدر علی ندوی افتتاحی جلسہ میں اپنا پروگرام استقبالیہ کلمات کو چھوڑ کر ان حضرات کے استقبال کے لیے سرحد پر پہونچ گئے تھے، سرحد پر بہت ٹریفک تھا، گاڑیوں پر قافلہ تھا، گاڑیوں کے کاغذات چیک ہوئے، اور جو پیدل تھے، وہ ایسے ہی آگے بڑھتے چلے گئے جیسے وہ شہر میں ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ جارہے ہیں۔

اجلاس کی کئی نشستیں ہوئیں، افتتاحی نشست جو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی صدارت میں ہونی تھی، سرحد پر ٹریفک زیادہ ہونے کے باعث عدم حاضری پر مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے صدارت کی، جس میں ایک اہم خطاب استاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری کا ہوا، پاکستان کے نومنتخب صدر وفاق المدارس العربیہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر تشریف لائے تھے، قیام گاہ پر دار العلوم کے مہمان خانہ میں ان سے ملاقات ہوئی، لیکن زیادہ گفتگو اور تبادلۂ خیال کا موقع نہ مل سکا، دوسرے دن بعد مغرب نشست میں ان کی

اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی نشست متصل تھی، اسی میں ڈاکٹر صاحب کا خطاب ہوا جس میں انہوں نے اعلیٰ اخلاق وکردار کی نسل اور باعمل علماء کی کھیپ تیار کرنے کی طرف توجہ دلائی کہ جب تک تعلیم کے ساتھ تزکیہ نہ ہوگا، علم نبوت نور نبوت کے ساتھ نہ آئے گا، انبیاء کی نسبت کے یہ دو بڑے مقصد رہے ہیں۔

ان سے قبل مولانا سید سلمان حسینی ندوی کا بڑا تفصیلی، معلومات افزا، روح پرور اور دعوتی خطاب ہوا کہ اس ملک کے لوگوں کا ہم پر حق ہے، ہم اگرچہ اقلیت میں ہیں لیکن ہمیں اپنے داعیانہ کردار سے غافل نہیں ہونا چاہیے، ان کے فرزند عزیز مولوی محمد یونس حسینی ندوی کو بھی دعوت سخن دی گئی، مولانا محمد یوسف اصلاحی رام پوری کا تفصیلی خطاب جس میں اہل اسلام کے وجود مسعود کو زمزمہ بدر سے جوڑتے ہوئے تعلق مع اللہ اور جذبۂ اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف توجہ دلائی گئی، مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری (مدرسہ شاہی مراد آباد) نے اشاعت اسلام میں مدارس کی خدمات اور اہل مدارس کی قربانیوں کا خصوصیت سے تذکرہ کیا، جبکہ دن کی نشست میں مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی کا خطاب بہت پسند کیا گیا جو روح انسانیت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری، مولانا محمد علاء الدین ندوی، مولانا محمد طاہر مدنی (جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ) مولانا محمد فرمان ندوی، مولانا رحمت اللہ ندوی اور مختلف مکاتب فکر کے اہم علماء کے خطابات ہوئے، اور خطبات پیش کیے گئے، باوجودیکہ ملک نیپال کے حالات ناسازگار تھے اور عمومی ہڑتال کا نعرہ تھا، اور اس کے باعث اجلاس متاثر بھی تھا مگر عمومیت وخصوصیت دونوں اعتبار سے بہت کامیاب تھا جس کی یادیں قائم ودائم رہیں گی، یہ ایک یادگار اجلاس تھا جس کے اثرات پورے ملک نیپال میں پڑنے کی توقع ہے، اس میں سعودی عرب، ملیشیا، پاکستان، چین، انڈیا کی نمائندگی تھی اور اچھی نمائندگی تھی، اختتام اجلاس پر حالات کے خراب ہونے کی اطلاع تھی، اس لیے عصر کو ہی جمعہ کے دن امام مسجد قبا، ان کے عرب رفقاء دوسرے شہر اور حضرت مولانا اور ان کے رفقاء بہار سپول کے لیے روانہ ہوگئے، فالحمدللہ علی ذلک۔

بہار کی بہاریں

نیپال سے سپول میں واقع جامعۃ الامام محمد قاسم الاسلامیہ کے بانی ومہتمم مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن عثمانی لے آئے تھے جہاں مغرب عشاء کے درمیان ایک تعلیمی پروگرام تھا جس میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ، مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی وغیرہ کے خطابات ہوئے، اور دوپہر کو یہاں سے مظفر پور کے لیے روانگی ہوئی جس کے داعی مولانا بدیع الزماں قاسمی ندوی تھے، سپول میں یوپی کے الیکشن کے جن رجحانات کا پتہ چلا تھا، مظفر پور میں وہ حقائق بن کر سامنے آئے، اور غیر معمولی اکثریت سے بی جے پی کو کامیابی ملی، مگر سابق وزیر اعلیٰ یوپی مایاوتی نے کہا کہ یہ نتائج حلق سے نہیں اتر رہے ہیں، بڑے پیمانہ پر دھاندلی ہوئی ہے، ان کا اشارہ مشینی انتخابات کی طرف تھا۔

رات کا پروگرام سیتامڑھی میں شہر سے دس کیلو میٹر آگے رکھا گیا تھا جہاں مولانا بدیع الزماں ندوی کا وطن ہے، اہل وطن کے لیے عید کا سماں تھا، سیتامڑھی اور دربھنگہ ملے ہوئے اضلاع ہیں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بڑے مردم خیز گاؤں اور قصبے ہیں کہ یہ مولانا نور عالم خلیل امینی ایڈیٹر 'الداعی' کا گاؤں ہے، وہ مولانا بدر الحسن قاسمی کا، ادھر ڈاکٹر منظور عالم چیئرمین آبجیکٹیو اسٹڈیز دہلی کا، آگے معروف وجلیل القدر عالم وقاضی حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ اور معروف فقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا بھی، ہمارے دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد فقہ وحدیث مولانا مفتی محمد مستقیم ندوی آئے ہوئے تھے، کہنے لگے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر میرا بھی گاؤں ہے مگر ان سب مقامات پر پہونچنے میں بڑی دشواری ہے، راستے خراب ہیں، راستے خواہ جتنے ہی خراب ہوں، مگر راستہ دکھانے میں یہاں کی شخصیات اپنا ایک مقام رکھتی ہیں، بکھری چوک باچپئی سیتامڑھی میں اصلاح معاشرہ کانفرنس ۱۱/ مارچ ۲۰۱۷ء کو عشاء بعد ہوئی جس کی نظامت مولانا محمد سعید ندوی نے کی، مولانا بدیع الزماں ندوی اپنے وطن میں منعقد اس جلسہ کے داعی ومیزبان تھے، دوسرے دن ۱۲/ مارچ ۲۰۱۷ کو شہر مظفر پور میں جامعہ فاطمہ للبنات کا جلسہ حضرت والا کے زیر صدارت ہوا اور ختم بخاری شریف کی تقریب ہوئی اور سیرت امہات المومنین کا رسم اجراء عمل میں آیا، جس کے لیے رات ہی کو مظفر پور واپس آنا پڑا تھا، جہاں ایک ہوٹل میں قیام تھا، اہل تعلق وہیں آگئے تھے اور کھانا وغیرہ گھروں کا تھا، گویا گھر ہی کا ماحول بن گیا تھا، اگلے روز رات کو جبکہ ہولی کا تہوار شروع ہورہا تھا لکھنؤ روانگی ہوئی، کہ کسی وجہ سے یہاں زیادہ رکھنے رکنے کی نوبت نہ آجائے، ٹرینیں خالی، اکا دکا لوگ تھے، الحمدللہ عافیت وسلامتی کے ساتھ لکھنؤ سٹی اسٹیشن دوپہر کو پہونچے۔

ایک روح پرور دینی اجتماع

قرآن مجید کی نسبت وہ اعلیٰ نسبت ہے جس سے انسان بڑی رفعتیں حاصل کرتا ہے، قرآن

مجید کی تلاوت، اس کا درس، اس کے الفاظ کی تعلیم اور اس کے معانی کی تفہیم ایک صاحب ایمان کے ایمان کو قوت بخشتی ہیں اور ایک محروم دولت ایمان کو ایمان کی عظیم نعمت عطا کرتی ہیں، ایمان لانے والوں کے قبول اسلام کے اسباب کا جائزہ لیا جائے، کتنے واقعات ملیں گے کہ قرآن مجید کی تلاوت سن کر وہ مشرف بہ اسلام ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ، حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تلاوت کرتے تھے جو سنتے وہ بے قرار ہو جاتے تھے، ان کو مجبور کیا جانے لگا کہ ایسی جگہ تلاوت کریں جہاں دوسرے ان کی آواز نہ سن سکیں، قرآن مجید کا اعجاز تلاوت سے تعلیم کتاب وحکمت سے، ایسا ہر دور میں ظاہر ہوتا رہا کہ اس سے قلوب کا تصفیہ، نفوس کا تزکیہ بھی عمل میں آیا، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نے اپنے معجزانہ اثرات پورے پورے معاشرہ اور سماج پر چھوڑے، اور خود اہل ایمان لوگوں میں ایمان کی قوت اور اللہ تعالیٰ پر یقین مضبوط کرنے کا یہ بڑا ذریعہ رہا ہے، اسی لیے علماء نے دروس قرآن کا اہتمام مدارس کے باہر مساجد اور گھروں میں قائم کر کے کیا، اور مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے کیے گئے، ہندوستان یہ شرف وسعادت جس اعلیٰ معیار کے ساتھ خانوادۂ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے حصہ میں آیا ہے، کوئی اور علمی دینی خاندان اس میں ان کا ہمسر نظر نہیں آتا، حضرت شاہ دہلویؒ کا فارسی ترجمہ قرآن اور ان کے فرزند گرامی حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کا ترجمہ موضح القرآن بعد کے سبھی اردو تراجم کے لیے پیش خیمہ ثابت ہوا، اور اسی کے زیر سایہ آج تک ترجمے کیے جاتے رہے، ماضی قریب میں مولانا عبد الکریم پاریکھ نے قرآن کریم کا اردو میں ترجمہ کیا تھا، ابھی حال میں جو چند ترجمے سامنے آئے ہیں، ان میں مولانا مفتی محمد تقی عثمانی (کراچی)، مولانا سید سلمان حسینی ندوی (لکھنؤ)، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حیدرآباد)، مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی (رائے بریلی)، مولانا محمد یوسف متالا (یوکے) مولانا ابو محمد مصلح (حیدرآباد)، مولانا محمد حسان نعمانی ندوی (لکھنؤ)، مولانا یونس پالن پوری (گجرات) کے تراجم ہیں، اور جو ابھی چھپنے سے رہ گئے ہیں، ان میں مولانا سید احتشام احمد ندوی (علی گڑھ) کا ترجمہ قابل ذکر ہے، اور مختصر حواشی کے ساتھ تفاسیر میں بھی تفسیر ہدایت القرآن مولانا سعید احمد پالن پوری کی قابل ذکر ہے۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے کاندھلہ میں اس سلسلہ کو آگے بڑھایا جوان کے خاندان کے بزرگوں نے درس قرآن کے ذریعہ ترجمہ وتفسیر کا ۱۳۰۰ھ سے شروع کیا تھا، اپنے درس قرآن کے مکمل ہونے پر دوشنبہ ۱۲/رجب المرجب ۱۴۳۸ھ ۱۰/اپریل ۲۰۱۷ء کو اہل فضل وکمال علماء قرآن وحدیث اور اصحاب ارشاد ودعوت کی سرزمین کاندھلہ میں ایک روح پرور دینی اجتماع کا انعقاد کیا جس میں علماء دیوبند، علمائے مظاہر، علماء ندوہ کو خاص طور پر مدعو کیا اور ان کے خطابات کرائے جس میں قرآن مجید کی روشنی میں موجودہ حالات میں کیا رہنمائی ملتی ہے ،اس کی طرف توجہ دلائی گئی، ان کے خاندان کی سب سے بڑی شخصیت اور اسلاف کی یادگار مفسر قرآن مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی کی سرپرستی میں یہ پروگرام عمل میں آیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے صاحبزادہ جانشیں مولانا محمد طلحہ کاندھلوی، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے ناظم مولانا محمد حشیم عثمانی مکی، صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا سید محمد ارشد مدنی، ناظم مظاہر العلوم سہارنپور مولانا سید سلمان مظاہری، صدر جمعیۃ شباب اسلام واستاد حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا سید سلمان حسینی ندوی، تحریک پیام انسانیت کے جنرل سکریٹری مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی، مفتی اعظم پنجاب مولانا مفتی ارتقاء الحسن رقی، استاد مظاہر علوم مولانا معاذ احمد ندوی کاندھلوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا اصطفاء الحسن ندوی کے ساتھ راقم السطور کو بھی شرکت کا شرف اس مبارک محفل میں حاصل ہوا، خطابات کی روح اسلام کا وسیع اخلاقی پیغام اور اس کا عظیم فلسفۂ نظام اخلاق معاشرت تھا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ جنہوں نے کھل کر عداوت کی، غلبہ پانے پر کس کس طرح معاف کیا، اور درگزر سے کام لیا، یہ چیز اسلام کی اشاعت اور دشمنان اسلام کے دلوں میں اسلام کی حقانیت قائم ہونے کا ذریعہ بنی، دلائل سے واضح کیا گیا کہ اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ وہ قرآن مجید کے اعجاز اور صحبت نبویؐ کی تاثیر، اور سیرت نبویؐ کی روشنی سے پھیلا، جن لوگوں کی زندگیاں اس سے جتنا قریب اور اس کا جتنا اثر لیے ہوئے رہی ہیں، اپنے اپنے دور میں وہ اسلام کی اشاعت کا اس قدر ذریعہ بنے، اور حالات خواہ کتنے ہی سخت ہوں اور ہوا کا رخ جتنا ہی کیوں نہ الٹا ہو اس کے بدلنے والے لوگ اسی میں پیدا ہوئے ہیں، اسلام کا یہ اعجاز بھی ہر دور میں ظاہر ہوتا رہا ہے، قرآن مجید کی تلاوت اور اس کے معانی کی تفہیم حق کا بڑا ذریعہ درس قرآن

ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف کرانا ہے اور اسلام کا تعارف اپنے طرز عمل سے کرانا یعنی عملی دعوت، یہ تین وہ ضروری اور اہم کام ہیں جن سے مدد لے کر ہی ناساز حالات بھی سازگار بنائے جاسکتے ہیں۔

آخر میں مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے مولانا شاہ عبد القادر دہلویؒ کے اردو ترجمۂ قرآن موضح القرآن کے اس مخطوطہ کی رونمائی کی جس کو سامنے رکھ کر درس دینے کا ان کا معمول تھا اور جو ان کی موروثی یادگار رہی ہے کہ ان کے اجداد میں ایک مقتدا شخصیت مولانا مظفر حسین کاندھلوی نے شاہ محمد اسحاق کے مدرسہ میں نقل کر دیا تھا جو موضح القرآن کا سب سے صحیح نسخہ ہے، اگر مولانا اس کو اپنے قیمتی حواشی وتحقیقات کے ساتھ سامنے لاتے ہیں تو یقیناً یہ عالم اسلام کے لیے بڑا گراں قدر تحفہ ہوگا۔

معوذتین کا انہوں نے ترجمہ پیش کیا جس کی مختصر تفسیر اپنے رہنما خطاب میں مولانا سید محمد ارشد مدنی نے فرمائی اور مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ کی دعا پر یہ روح پرور اجتماع اختتام کو پہونچا، نظامت مفتی ارتقاء الحسن رتی اور خطبۂ استقبالیہ مولانا ابو الحسن ارشد ندوی نے پیش کیا، ایک نشست خواص کے لیے رکھی گئی تھی جو بعد عصر منعقد ہوئی اور تعلیم کے میدان میں مختلف حیثیتوں سے کام کی طرف توجہ دلائی گئی، اس مجلس میں خصوصی خطاب پروفیسر عرشی خاں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا ہوا، مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی (جو رکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء بھی ہیں) نے مہمانوں کے لیے کلمات تشکر کہے۔

☆☆☆☆☆

مولانا سید محمد الحسنیؒ (بانی مدیر تعمیر حیات) کی علمی، فکری و دینی تحریروں کے مجموعات

☆قرآن آپ سے مخاطب ہے Rs.60/
☆انسانیت آج بھی اُسی دور کی محتاج ہے Rs.30/
☆جادۂ فکر وعمل Rs.60/
☆تذکرۂ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ Rs.100/
☆الاسلام الممتحن Rs.130/
☆مع الحقيقة Rs.80/
☆أضواء على الطريق Rs.80/

رابطہ: سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی

موبائل نمبر: 9919331295

(سات جلدوں پر مشتمل) آسان ہندی زبان میں ترجمہ وتفسیر

تفسیر فاروقی اور ہندی ترجمہ قرآن مجید کا پیغام

از - (مولانا) مفتی محمد سرور فاروقی ندوی

یہ مسلم وغیر مسلم اور نو مسلموں کے لیے آسان ہندی زبان میں تفسیر ہے جس میں ہر روز کے سبق کے اعتبار سے تقریباً دس دس آیتوں کا ترجمہ پھر ہر آیت کی الگ الگ تفسیر نمبر ڈال کر لکھی گئی ہے، پھر ہر آیت کا پہلے شان نزول، اس سے متعلق احادیث اور مسائل کے ساتھ غیر مسلموں کے عقائد وسوالوں کے جوابات اور سائنسی تحقیق وفضائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ مفتی محمد سرور فاروقی ندوی نے دعوت سے متعلق ہندی، اردو، عربی، انگریزی میں 200 سے زائد کتابیں تصنیف کی ہیں جنہیں درج ذیل پتہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ناشر: مکتبہ پیام امن، ندوہ روڈ، ڈالی گنج، لکھنؤ

موبائل نمبر: 0998449015, 09919042879

حقوق وفرائض

اپنی زندگی میں والدین کی قدر کیجیے!

محمد نفیس ہردوئی

اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو بہت سے انعامات واحسانات سے نوازا وہیں ایک عظیم احسان یہ کیا کہ اس نے ماں باپ جیسی گراں قدر دولت عطا فرمائی، انسان اگر ان کے حقوق کی ادائیگی میں ساری زندگی بھی صرف کردے تب بھی ان کا حق ادا نہیں کرسکتا، ماں باپ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں، ماں نہ ہو تو دل کو دلاسہ دینے والا کوئی نہیں اور باپ نہ ہو تو زندگی کی دوڑ میں اچھا مشورہ دینے والا کوئی نہیں، ماں زندگی کی تاریک راہوں میں اگر روشنی کا منارہ ہے تو باپ ٹھوکروں سے بچانے والا مضبوط سہارا، ماں اگر محبت کا دریا ہے تو باپ شفقت کا سمندر ہے، ماں اگر رحمت خداوندی ہے تو باپ تحفۂ خداوندی، ماں اولاد کی رفیق ہے تو باپ اولاد کے لیے شفیق، ماں اگر میرا فخر ہے تو باپ میرا غرور ہے، ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو باپ جنت کا دروازہ ہے۔

حقوق اللہ کے بعد حقوق العباد میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے، وہی سب سے بڑے محسن ہیں جو اپنے بچوں کی پرورش وپرداخت میں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں، ان کی خوشی کے لیے اپنی راحتیں قربان کردیتے ہیں، والدین کے لیے اولاد ان کے جگر کا ٹکڑا اور آنکھوں کا تارہ ہوتی ہے، باپ دن رات محنت کرکے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے، دَر دَر کی ٹھوکریں کھاتا ہے تاکہ بچے بھوکے نہ رہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باپ کے متعلق فرمایا: "رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد" (رب کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور رب کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے)۔[ترمذی]۔

اسی طرح ماں ہے جو اولاد کی خاطر اپنا خون بہا سکتی ہے لیکن اس کی آنکھ میں آنسو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی، ماں وہ عظیم نعمت ہے کہ بچے کے پیر میں کانٹا چبھنے پر بھی وہ بے چین وبے کل ہوجاتی ہے، بچہ اگر ناراض ہوجائے تو اپنا کھانا پینا چھوڑ کر اس کو منانے لگ جاتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں کے اندر وہ ممتا رکھی ہے کہ خونخوار شیر بھی اپنے بچے کو سینے سے لگا کر رکھتے ہیں، اسی طرح چرند وپرند، بحری وبری اور تمام زہریلے جانور اپنی جان سے کہیں زیادہ اپنے بچوں کا خیال رکھتے ہیں، اولاد پر ضروری ہے کہ وہ ماں باپ کی قدر کرے، ان کے مقام ومرتبہ اور عظمت کو پہچانے، ان کی جائز خواہشات کی تکمیل کرے، ان کی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنے لیے لازم سمجھے، ان کی خوشنودی کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھے، حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جاہمہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فالزمها فان الجنة عند رجلها" (ماں باپ کی خدمت کو لازم پکڑو کیونکہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے)۔[رواہ احمد والنسائی والبیہقی فی شعب الایمان]

اس لیے ماں باپ کی راحت وآرام کے لیے اولاد حتی المقدور اپنا مال خرچ کرے، ان کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کرے، ان کے سامنے خلاف ادب کوئی کام نہ کرے، ان کی شان میں گستاخی نہ کرے اور نہ ہی اپنی انانیت کا مظاہرہ کرے، اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرے، ان کا نام لے کر نہ پکارے، اور نہ ان کے سامنے خود کو نمایاں کرنے کی کوشش کرے، اگر والدین کافر یا مشرک ہوں تب بھی ان کے ساتھ بھلائی اور خیر خواہی کا معاملہ کرے، ادب وحکمت کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے، پھر بھی اگر باز نہ آئیں تو خاموش رہے، زور وزبردستی نہ کرے، قرآن مجید میں ہے: "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" [البقرۃ:۲۵۶] ان کے حکم کی تعمیل کرتا رہے، البتہ اگر شریعت کے خلاف وہ کسی کام پر ابھاریں تو ان کی بات نہ مانیں اس لیے کہ: "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ" اور قرآن مجید میں ہے: "وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا" [لقمان:۱۵] لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کو تکلیف پہونچائے، ایذا رسانی کرے، خدمت میں کوتاہی کرے کیونکہ والدین کو تکلیف پہونچانا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات" (متفق علیہ) ایک دسرے موقعہ پر فرمایا: "کل الذنوب یغفر اللہ منھا ما شاء الا عقوق الوالدین فانه یجعل لصاحبه فی الحیاۃ قبل الممات" [بیہقی نے شعب الایمان میں بروایت ابن بکرہ نقل کیا ہے] اس حدیث میں والدین کی نافرمانی کرنے والوں کے بارے میں کتنی سخت وعید ہے آخرت میں تو سزا ملے گی ہی، دنیا میں بھی جب تک اپنی سزا بھگت نہ لے اس کو موت نہیں آسکتی، اس لیے ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے اجتناب کرے، اور کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہ کرے کہ ان کے منھ سے بددعائیہ کلمات نکلیں کیونکہ ماں باپ کی

دعا اور بددعا دنوں ہی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوتی ہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ثلاث دعوات مستجابات لاشك فيهن دعـــوة المظلو م ودعوة المسافر ودعوة الوالد على ولده"۔[رواہ الترمذی]

اگر چہ والدین اپنے بچہ کے حق میں بددعا کر ہی نہیں سکتے لیکن اگر ناقابل برداشت تکلیف پہونچنے پر کبھی دیں تو اسے قبول ہونے میں دیر نہیں لگتی، اولاد کو چاہیے کہ وہ ماں باپ کو خوش رکھے تاکہ نیک دعائیں حاصل ہوں ؎

سارے رشتوں کو جفاؤں کے لیے رہنے دے
بس مری ماں کو دعاؤں کے لیے رہنے دے

ورنہ ماں باپ کے دل سے جو آہ نکلے گی وہ آسمان چیر کر بارگاہ الٰہی میں پہونچے گی، بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے والدین کا فرمانبردار ہو تو جنت کے دو دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں اور جو ان کی نافرمانی کرے تو جہنم کے دو دروازے اس کے لیے کھول دیے جاتے ہیں، اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی ہو تو ایک دروازہ جنت یا جہنم کا اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے، ایک آدمی نے پوچھا: اگر ماں باپ اولاد پر ظلم کریں تب بھی یہی سزا ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: "وان ظلما، وان ظلما، وان ظلما" (ہاں اگر ماں باپ اولاد پر ظلم کریں تب بھی یہی سزا ملے گی)۔

اولاد کو ماں باپ سے بدلہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے، ماں باپ اگر اولاد پر ظلم کریں گے تو کیا اولاد بھی ماں باپ پر ظلم کرے گی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار یہ فرمایا: "رغم انفه، رغم انفه، رغم انفه" صحابہؓ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کس کو بددعا دے رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من أدرك والديه عند الكبر أحدهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة" [رواہ مسلم] (وہ شخص ذلیل ورسوا ہوا جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی بڑھاپے میں خدمت کر کے جنت نہ حاصل کر لے)، معلوم ہوا کہ والدین کی خدمت جنت میں جانے کا سبب ہے، ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "يا رسول الله! ما حق الوالدين على ولدهما؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "هما جنتك ونارك" [ابن ماجہ] (وہ تمہارے لیے جنت بھی ہیں اور جہنم بھی) اگر خدمت کرو گے تو جنت اور اگر نافرمانی اور بدسلوکی کرو گے تو جہنم ہیں۔

والدین کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے بخوبی ہو جائے گا کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! أى الأعمال أفضل؟ (سب سے بہترین عمل کون سا ہے)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الصلاة لميقاتها"، میں نے پوچھا پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: برّ الوالدين، میں نے پوچھا پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الجهاد في سبيل الله [ترمذی] آپؐ نے والدین کے حقوق کو اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ جوڑ دیا حتی کہ جہاد فی سبیل اللہ سے پہلے برالوالدین کا تذکرہ فرمایا، ایک طرف اگر آپؐ نے والدین کے ساتھ فرماں برداری اور حسن سلوک کو نماز کے ساتھ بیان کر کے اس کی اہمیت بتلائی تو دوسری طرف والدین کے ساتھ نافرمانی اور بدسلوکی کو شرک کے ساتھ بیان کر کے اس کی قباحت بھی بتلائی، چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ألا احدثكم بأكبر الكبائر؟ صحابہؓ نے کہا: بلى يا رسول الله، آپؐ نے فرمایا: الاشراك بالله وعقوق الوالدين۔ [رواہ الترمذی]

ان احادیث سے سبق لینا چاہیے ان لوگوں کو جو اپنے ماں باپ کو ماں باپ کہنا بھی گوارہ نہیں کرتے، شرم اور عار محسوس کرتے ہیں، ان کو اپنے لیے بوجھ سمجھتے ہیں، لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ جیسی محبت وہ اپنے ماں باپ سے کریں گے ویسی محبت ان سے ان کی اولاد کرے گی، آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا: الوالد أوسط أبواب الجنة فان شئت اضع ذلك الباب أو احفظه [ترمذی] (باپ تمہارے لیے جنت کا درمیانی دروازہ ہیں چاہو تو اسے ضائع کر دو یا اس کی حفاظت کرو)۔

جب باپ کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو ماں کا مقام ومرتبہ باپ کے مقابلہ تین گنا زیادہ ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ایک شخص نے آکر آپؐ سے دریافت کیا: "من احق الناس بحسن صحابتى، قال: امك، قال: ثم من؟ قال: ثم امك، قال: ثم من؟ قال: ثم امك، قال ثم من؟ قال ثم ابوك" [رواہ البخاری ومسلم] ماں پر تین دور ایسے گزرتے ہیں جن کو وہ نہایت مشقت کے ساتھ برداشت کرتی ہے، قرآن مجید نے ان کو اس طرح بیان کیا ہے: ۱- حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً ۲- وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً ۳- وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْراً۔ [سورۃ الاحقاف: ۱۵]

ماں اولاد کی خاطر حمل کی مشقتیں برداشت کرتی ہے، ولادت کی تکلیفیں جھیلتی ہے، دودھ کی شکل میں اپنا خون جگر پلاتی ہے، یہ وہ چیزیں جن کا محمل اللہ تعالیٰ نے باپ کو نہیں بنایا تبھی تو ماں کو باپ پر تین گنا زیادہ فوقیت حاصل ہے، مزید براں ماں اپنے بچہ کو سرد راتوں میں اٹھ اٹھ کر ڈھانپتی ہے، اس کے پیشاب کے گیلے

بچھونے پر خود سوتی ہے اور خشک بچھونا اس کے لیے بچھاتی ہے، گرمیوں میں تمام رات اپنے دوپٹے سے اس کو ہوا دیتی ہے، جب بچہ بڑا ہونے لگتا ہے تو اچھا کھانا پکا کر کھلاتی ہے، اس کی تعلیم کا انتظام کرتی ہے، اس کے ناز نخرے اٹھاتی ہے، اپنے کھانے سے اچھی اچھی چیزیں نکال کر اپنے لاڈلے کے لیے تیار رکھتی ہے، تاکہ وہ بھوکا نہ رہے، دوسرے کا محتاج نہ ہو، دوسروں کے پاس اچھی چیزیں دیکھ کر اسے ترس نہ آئے،، اپنی اولاد کے لیے ماں وہ سب کچھ کرگزرتی ہے جو اس کے بس میں ہوتا ہے، ایک لمبے عرصہ تک اس کی تربیت کرتی ہے، پالتی پوستی ہے، اپنا چین وسکون، اپنی آرائش وآرام، اپنا کھانا پینا سب کچھ اس پر نچھاور کردیتی ہے، لیکن جب بچہ جوان ہونے لگتا ہے، کھانے کمانے کی عمر کو پہونچتا ہے تو وہ اپنے والدین کو کیا صلہ دیتا ہے؟ یہی نا کہ بیوی کی خاطر ان کو بے عزت کرتا ہے، گھر سے نکال دیتا ہے تاکہ دردر کی ٹھوکریں کھائیں، اپنے سے جدا کردیتا ہے تاکہ دوسروں کے محتاج ہوں، ان کا جینا دوبھر کردیتا ہے، بیوی کو ماں پر ترجیح دیتا ہے، اس کو چھوٹ دیتا ہے تاکہ وہ ماں باپ پر نازیبا الفاظ استعمال کرے، برا بھلا کہے اور خود بھی دکان سے آفس سے واپس آکر اپنے ماں باپ پر ستم کے پہاڑ توڑتا ہے، جو درجہ ماں کو ملنا چاہیے تھا اس سے محروم رکھتا ہے، بیوی کی غلطی ہونے پر بھی خاموش رہتا ہے اور ماں غلطی نہ ہونے پر بھی ڈانٹ کھاتی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ماں کے وہ احسانات یاد دلائے جو اس نے بچپن میں تمہارے ساتھ کیے: "رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً" [بنی اسرائیل] اور حکم دیا کہ ہرگز ان کے ساتھ بدتمیزی سے پیش نہ آنا کیونکہ وہ تمہارے لیے بڑے مشکل دور سے گزرے ہیں، بڑی کٹھن گھڑیاں دیکھی ہیں، اس لیے ان کا صلہ محبت ورواداری سے دینا، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

اندھیروں میں بھی میری ماں مجھے پہچان لیتی تھی
ہے کتنا دور میرے دل میں یہ بھی جان لیتی تھی
کہا تھا میں نے ماں سے ماں مجھے ایک چاند لاکردو
یہ ناممکن سی باتیں ہیں مگر وہ مان لیتی تھی

قرآن کریم میں ہے: "وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ" الخ [بنی اسرائیل:۲۳] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے چھ حقوق کا تذکرہ کیا ہے:

۱- وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً: انسان جہاں اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں کے لیے اچھے کھانے پینے اور لباس کا اہتمام کرے تو والدین کے لیے اسی طرح کا انتظام ہو، جو اپنے لیے پسند کرے وہی والدین کے لیے بھی پسند کرے۔

۲- إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ: جب والدین بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو اف تک نہ کرو کیونکہ وہ انسانی زندگی کا کمزور ترین دور ہوتا ہے، اولاد اس وقت اپنے پورے شباب پر ہوتی ہے اس لیے قرآن مجید نے مخاطب ہوکر کہا کہ اے جوانی کے نشے میں چور نوجوان کبھی تجھ پر بھی یہ وقت آسکتا ہے، یہ جوانی اور طاقت تیرے ساتھ بھی بے وفائی کرسکتی ہے جیسا کہ تیرے ماں باپ کے ساتھ کرچکی ہے، اگر چاہتے ہو کہ تمہاری اولاد بڑھاپے میں تمہارا احترام کرے تو تم بھی والدین کے ساتھ اف نہ کرو۔

۳- وَلَا تَنْهَرْهُمَا: اس میں تلخی سے روکا گیا ہے، کہ اگر والدین خلاف مزاج کوئی بات کہہ دیں تو جھڑکو مت، ورنہ ان کے ٹوٹے دل سے جو آواز نکلے گی کہیں وہ عرش الٰہی تک نہ پہونچ جائے، اور پھر تمہارے سارے غرور خاک میں مل جائیں اور تمام دروازے تمہارے لیے بند ہوجائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر اپنی نظر کرم نہ فرمائے۔

۴- وَقُل لَّهُمَا قَوْلاً كَرِيماً: یہاں ادب کو ملحوظ رکھنے کا حکم ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نہایت مہذب اور شیریں گفتگو کرو تاکہ ان کے دل کو چوٹ نہ پہونچے۔

۵- وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ: ان کے سامنے شفقت سے اپنے عاجزی کے بازو کو جھکا دیجیے، جیسے کہ غلام آقا کے سامنے عاجز اور ذلیل ہوکر پیش ہوتا ہے۔

۶- وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً [بنی اسرائیل:۲۴] والدین کے لیے دعا کریں، اگر حیات ہو تو حسن خیر کی دعا کریں، اگر وفات ہوگئی ہو تو ان کے حق میں استغفار کریں، ایصال ثواب کریں، صدقہ جاریہ کا اہتمام کریں، تاکہ آخرت میں ان کو چین وسکون نصیب ہو، ان کی وصیت کو پورا کریں، ان کے عزیز واقارب کے ساتھ حسن سلوک کریں، ان کے دوستوں کی تعظیم کریں، ان کی طرف سے نفلی صدقات کریں، عبادت وتلاوت کے ذریعہ ان کو ثواب پہونچائیں، ان کی طرف سے حج بدل کریں، ایسا کرنے سے والدین کو بھی ثواب ملے گا اور کرنے والے کے ثواب میں سے کچھ کم بھی نہیں کیا جائے گا، بلکہ ایسا شخص نیکوکاروں اور فرمانبرداروں میں شمار ہوگا، حدیث شریف میں ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان العبد یموت والداہ أو أحدھما وانہ لھما لعاق، فلایزال یدعو لھما ویستغفرلھما حتیٰ یکتبہ اللہ باراً۔ [مشکوٰۃ]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [آمین] ☆☆☆

روداد چمن

عقیدہ وایمان کی حفاظت کیلئے مشترکہ جدوجہد

'تحریر بے عدیل' کا اجراء اور تقریب ختم بخاری شریف

محمد معظم سندیلوی

مورخہ ۱۴/اپریل ۲۰۱۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پرشکوہ عباسیہ ہال میں بعد نماز مغرب مشہور ماہر تعلیم، مجاہد آزادی، بیباک صحافی قاضی محمد عدیل عباسی سے متعلق تمام دستاویزی تحریروں کے مجموعہ ''تحریر بے عدیل'' کا اجراء ناظم ندوۃ العلماء وصدر دینی تعلیمی کونسل حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے ہاتھوں ہوا، اس موقع پر حضرت مولانا مدظلہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''قاضی عدیل عباسی نے سخت حالات میں ملت وقوم کی خدمت کی، آزادی کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ ملک کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم خاص رنگ میں رنگا ہوا ہے، اس کے پڑھنے سے نئی نسل کا اسلام اور دین سے تعلق کمزور ہو جاتا رہا ہے، اسکولوں اور کالجوں کا نصاب تعلیم لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے والا ہے، چنانچہ انہوں نے محسوس کیا کہ اس کے لیے مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے، ان کے بنیادی مقاصد میں مسلمانوں میں دینی ادارے قائم کرنا اور اردو تعلیم کے ذریعہ ایسا نصاب تیار کرنا جو دین وایمان کی بقاء اور ترویج واشاعت کا حامل ہو اور ساتھ ہی جدید تقاضوں سے بھی آشنا ہو، قاضی عدیل عباسی نے کسمپرسی، فکری اضمحلال اور نازک گھڑی میں پوری سنجیدگی، بلند ہمتی، جوانمردی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا اور ملت اور دین کے لیے غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انہوں نے جو قربانیاں پیش کیں ان سے نئی نسل کو واقف کرایا جائے، اور اس سے زادِراہ لینے کی کوشش کی جائے، جو حالات اس وقت پائے جاتے تھے، آج اس سے بھی زیادہ سنگین حالات پیدا ہوگئے ہیں، مسلم بچوں کے دین وعقیدہ اور ایمان کو اسی طرح آج بھی مسموم کیا جارہا ہے، اور سرکاری اسکولوں کے نصاب میں اس وقت سے زیادہ زہر آلود مواد شامل کیا جارہا ہے۔

قاضی عدیل عباسی اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی تحریریں آج بھی وہی اثر رکھتی ہیں جو اس وقت ان سے حالات کا مقابلہ کرنے میں فائدہ ہوا تھا، باحمیت مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ وہ آگے آئیں اور مسلم بچوں کے دین وعقیدہ کی حفاظت کریں، یہ کام سب کے مل کر کرنے کا ہے، یہ ہماری مشترکہ جدوجہد چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قوت عمل سے نوازے اور مکمل دین وایمان کے ساتھ باقی رکھے، آمین''۔

حضرت مولانا مدظلہ نے مزید فرمایا کہ:

''قاضی عدیل عباسی کا حوصلہ بہت بلند تھا، انہوں نے اپنی پوری زندگی اس مشن کے لیے وقف کردی، کئی پرکشش عہدوں کو خیر باد کہا، ان کے اخلاص کی برکت ہے کہ ان کو قابل ذکر افراد ملے، بزرگوں کی سرپرستی اور چھوٹوں کے تعاون سے انہوں نے دینی تعلیمی کونسل کی بنیاد رکھ دی، اس ادارہ نے خاموش خدمت کے پچاس سے زائد سال مکمل کر لیے ہیں، زیر اجراء کتاب ان کے سوزِ دل کی ترجمان ہے''۔

صدر اجلاس مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی (مقیم ابوظبی) نے کہا کہ: دینی تعلیمی کونسل کے اثرات بہت دوررس ہیں، عقیدۂ اسلامی کی حفاظت اور نئی نسل کے دین کے فروغ میں اس کا کردار نا قابل فراموش ہے، اس کا سہرا قاضی عدیل عباسی کے سر ہے، جو ایک دانشور اور عصری تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ہندوستان کے چوٹی کے علماء سے وابستہ رہے۔

مولانا موصوف نے کہا کہ:

اس کتاب میں نوجوان نسل کے لیے بے شمار ہدایات موجود ہیں کہ وہ علم نبوت سے استفادہ کریں، لیکن حالات سے بھی واقف رہیں، اعلیٰ مقام کے حصول میں علم سے اشتغال، وقت کا لحاظ اور اہل اللہ سے تعلق رکھیں، اگر ہم ان تین باتوں کی پابندی، نیک نیتی کے ساتھ کریں تو ان شاء اللہ ہم بھی اعلیٰ مقام پر پہونچ سکتے ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور دینی تعلیمی کونسل کے نائب صدر مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے کہا: تحریر عدیل نامی کتاب وسیع اور عظیم تاریخ پر مشتمل ہے، اس میں کونسل کی پوری تاریخ موجود ہے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی تائید وسرپرستی سے اس تحریک کو تقویت حاصل ہوئی، بلکہ صحیح معنوں میں یہ ملکی سطح کی تحریک بن گئی، اس وقت مکاتب کی سطح پر نئی نسل کی حفاظت ایمان کے سلسلہ میں جو بھی

جد جہد ہورہی ہے، وہ دینی تعلیمی کونسل کی دین ہے،اس کونسل کوشروع ہی سے باتوفیق کارکنان ملتے رہے، انہیں میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا ہے،انہوں نے اپنی زندگی کابڑاحصہ کونسل کی آبیاری میں صرف کردیا۔

مولانا نے فرمایا: یہ کتاب وقت کی عظیم شخصیت کی جانب منسوب ہے، یہ سیاسی سماجی اور معاشرتی تاریخ پر مشتمل ہے۔مقالات اس بات کے متقاضی ہے کہ دینی تعلیمی کونسل کے کام کوآگے بڑھایاجائے،اوراس سے لگاجائے۔

مولاناخلیل الرحمان سجادنعمانی ندوی (مدیر الفرقان لکھنؤ) نے اپنے خطاب میں کہاکہ:

ہندوستان پرجب بھی عقیدہ وایمان کے تعلق سے خطرات کے بادل منڈلائے ہیں تواہل بصیرت کھڑے ہوئے ہیں، اور انہوں نے حالات کا حکمت وبصیرت کے ساتھ مقابلہ کیاہے، قاضی محمد عدیل عباسی انھی مخلص افراد میں تھے، ہندوستان میں تحفظ شریعت کے سلسلہ میں قاضی عدیل عباسی کی کوششیں لائق تحسین ہی نہیں بلکہ قابل تقلید ہیں، وہ جیل بھی گئے، من دھن کی بازی لگائی،لیکن اپنے عقیدہ اورایمان، بلکہ آئندہ نسل کے عقیدہ وایمان کا سودانہیں کیا،اوراپنی جہد مسلسل سے ثابت کردیاکہ وہ پہلے مسلمان ہیں اور پھر ہندوستانی ہیں۔

اجلاس کے داعی اور قاضی عدیل عباسی سے خاندانی نسبت رکھنے والے ڈاکٹرمسعودالحسن عثمانی (جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل) نے اپنی تمہیدی گفتگو میں کہاکہ: قاضی عدیل عباسی اپنی ذات میں انجمن تھے، وہ ایک شخص،ایک کارواں کے صحیح مصداق تھے،ان کی تحریروں، ان کے نام خطوط، اور قیمتی دستاویزات کا مجموعہ ”تحریر بے عدیل“ کی شکل میں شائع ہوا ہے، جو سولہ سو صفحات پر مشتمل ہے، یہ ایک مجاہد،صحافی، اور ماہر تعلیم کے دردانگیز نالے ہیں،اس کا مطالعہ پوری پچاس سالہ تاریخ کا مطالعہ ہے۔

خطبہ استقبالیہ مولانا خالدرشیدفرنگی محلی (امام عیدگاہ لکھنؤ) نے پیش کیااور کہاکہ:

قاضی عدیل عباسی کاتعلق علماء ندوۃ العلماء نیز فرنگی محل سے بہت گہرارہاہے، قاضی صاحب غیرت اسلامی کے ساتھ ساتھ ملی وسیاسی قائد بھی تھے،اوران کی تحریروں کے مجموعے پرکتاب شائع ہوناایک مبارک قدم ہے۔

اس موقع حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے بدست کتاب کانسخہ قاضی عدیل عباسی کے صاحبزادے محمدارشدعباسی کودیاگیا،اجلاس کا آغاز قاری محمد ریاض مظاہری کے تلاوت کلام مجید سے ہوااورنظامت ڈاکٹرمسعودالحسن عثمانی نے کی، اجلاس کے نظم ونسق میں مولانا محمد جنید قریشی ندوی (معاون جنرل سکریٹری دینی تعلیمی کونسل) مولانا محمد فرمان ندوی، مولانا عبداللہ مخدومی ندوی و کارکنان دینی تعلیمی کونسل پیش پیش رہے۔

اس موقع پرشہرلکھنؤکے عمائدین ودانشوران اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ وطلبہ بڑی تعدادمیں موجود تھے۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں تقریب ختم بخاری شریف

”طلباء اور علماء میں اخلاص و ذکر پیدا ہو جائے تو یہ پوری انسانیت اور پورے عالم کے لیے رحمت بن سکتے ہیں، یہ مجلس رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک ہے، اللہ تعالیٰ نے غیبی نظام کے تحت قرآن شریف اوراس کی شرح خاص طور سے بخاری شریف جوسب سے اہم کتاب ہے،اس کی حفاظت کاوعدہ فرمایاہے، اس لیے یہ تقریب بہت ہی مبارک ہے“۔

ان خیالات کا اظہار جامعہ اسلامیہ مظفرپور اعظم گڑھ کے سرپرست مولانا ڈاکٹرتقی الدین ندوی مظاہری (حال مقیم ابوظبی) نے کیا، دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں ختم بخاری شریف تقریب کی صدارت ندوۃ العلماء کے ناظم مولانا سیدمحمدرابع حسنی ندوی نے کی۔

ڈاکٹرتقی الدین ندوی نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ: بخاری شریف کی ابتداء اخلاص والی حدیث اور ذکراللہ پرکتاب کا اختتام ہے،امام بخاریؒ اخلاص وذکردونوں پیداکرنے کی دعوت دے رہے ہیں،اگرعلمی کمالات کے ساتھ یہ دونوں باتیں علماء وطلباء میں پیداہوجائیں تویہ پوری انسانیت اور پورے عالم کے لیے رحمت بن سکتے ہیں،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت امام بخاریؒ کومجددقراردیاہے،وہ حدیث شریف کی خدمت میں مجدد تھے، انہوں نے کہاکہ ہرصدی میں اللہ تعالیٰ ایک یاپوری جماعت کوپیدافرمائے گا جواسلام کے مختلف محاذوں پرپاسبانی کریں گے،ہر کس وناکس کومجددنہیں کہاجاسکتا،مجددوہ ہوگاجس کو علوم دینیہ میں رسوخ ہواورنبی کریمؐ کی زندگی کاعکس اپنی حیات میں اتاراہو،قیامت تک ایسےافرادپیدا ہوتے رہیں گے،ضرورت زمانہ میں ہمارے طلباء ان مجددین مصلحین کانمونہ بن کردنیاکے لیے ہدایت کاپیغام ثابت ہو۔

ڈاکٹرتقی الدین ندوی ہی کی دعاپرتقریب کا اختتام ہوا،اس موقع پراساتذہ وطلباءموجودتھے۔

☆☆☆☆☆

فقه وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: شعبان کی پندرہویں شب کو نوافل پڑھنا اور دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے، کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟

جواب: شعبان کی پندرہویں شب میں نوافل پڑھنے اور دن میں روزہ رکھنے کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے، ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث موجود ہے، مشکوٰۃ المصابیح میں بھی یہ روایت ہے۔

[سنن ابن ماجہ: ص۹۹]

سوال: شب برأت کی فضیلت میں مسلمانوں میں یہ رواج بھی پایا جاتا ہے کہ اس روز فقراء میں کھانا تقسیم کیا جاتا ہے، بعض لوگ مغرب سے قبل اور بعض لوگ مغرب کے بعد، کیا شرع میں اس کی اجازت ہے؟

جواب: شب برأت میں کھانا کھلانے اور تقسیم کرنے کی کوئی فضیلت میرے علم کے مطابق کسی حدیث میں نہیں ہے، اس لیے اس کھانے کی فضیلت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

سوال: مسلمانوں کے بعض علاقوں میں یہ بھی رواج ہے کہ شب برأت سے ایک روز قبل عرفہ مناتے ہیں، اور اپنے مردوں کے لیے کار ثواب کرتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: عرفہ تو نویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے، شعبان میں نہیں، اس کی شرع میں کوئی حقیقت نہیں ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ بھی محض تصنیف یاراں (یعنی لوگوں کی گڑھی ہوئی بات) ہے اور بالکل غلط ہے۔ [عوام کے غلط مسائل: ص۱۵]

سوال: بعض جگہوں میں شب برأت میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے پڑھی جاتی ہے اور اس کا مقصد یہ بتاتے ہیں کہ جو لوگ بے نماز ہوتے ہیں یا تہجد نہیں پڑھتے ہیں، ان کو بھی اس کی توفیق ہوجاتی ہے اور وہ بھی ثواب میں شامل ہوجاتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا شرع میں اس کی اجازت ہے؟

جواب: شب برأت میں تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنے کی شرع میں اجازت نہیں ہے، کیونکہ یہ سنت سے ثابت بھی نہیں ہے، اور اس رات میں عبادت کے لیے جمع ہونا بھی منع ہے، علامہ شامیؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔

[ردالمحتار: ج۲/ص۴۷۶]

سوال: ۱۴/شعبان کے بعد پندرہویں شب میں باقاعدہ جلسہ جلوس اور دینی پروگرام کرنا از روئے شرع کیسا ہے: کیا یہ کتاب وسنت سے ثابت ہے؟

جواب: شعبان کی پندرھویں شب میں جو جلسے جلوس ہوتے ہیں اور ان جلسوں میں جو پروگرام ہوتے ہیں، ان کا ثبوت بلاشبہ حدیث اور کتب فقہ میں نہیں ملتا ہے لیکن اس رات میں موجودہ دور کے کچھ مسلمان غیر شرعی رسومات اور خرافات کرتے ہیں، ان غیر شرعی رسومات اور خرافات کو ختم کرنے کے ارادہ سے اگر دینی پروگرام رکھے جائیں تاکہ مسلمان دینی پروگراموں میں شرکت کی وجہ سے خرافات میں مبتلا ہونے سے بچ جائیں تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی، یہ تدبیر بطور اصلاح ہوگی جو ممنوع نہیں ہے، اور اگر یہ دینی پروگرام بذات خود رسوم کا درجہ اختیار کرلیں جیسا کہ آج کل عموماً ایسا دیکھا جاتا ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی، اور یہ ممانعت کے دائرہ میں آئیں گے۔

[تنقیح الفتاوی الحامدیہ: ج۲/ص۳۶۷]

سوال: شب برأت میں عام طور پر مسلم گھرانوں میں حلوے تیار ہوتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم رسم کے طور پر نہیں بلکہ بچوں کو کھلانے کی غرض سے بناتے ہیں، کیا شرع میں اسکی اجازت ہے؟

جواب: شب برأت کا حلوہ کتاب وسنت اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، یہ ایک قسم کی رسم ہے، رسم کی ادائیگی خواہ اچھے مقصد کے تحت کیوں نہ ہو، درست نہیں ہے، حلوہ بنانا یا مٹھائیاں تیار کرنا اور ان کا کھانا بغیر دن و تاریخ کی تعین کے مباح اور جائز ہے لیکن خاص دن اور وقت کی تعین کے ساتھ بنانا اور اسے دینی کام تصور کرنا بلاشبہ شرع اسلامی میں جائز نہیں بلکہ یہ بدعت ہے جس سے بچنا لازمی ہے۔

[معارف السنن: ج۱/ص۲۶۶]

سوال: شب برأت کے موقع سے ایک شب کے لیے مسجد میں شبینہ ہوتا ہے جس میں نوافل نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور غیر معمولی طور پر لاؤڈ اسپیکر استعمال ہوتے ہیں اور ایک حافظ قرآن ہوتے ہیں، وہ تلاوت کرتے ہیں اور لوگ سنتے بھی ہیں اور آپس میں گفتگو کرتے رہتے ہیں، بسا اوقات دوسرے مشاغل مثلاً شربت پینے وغیرہ میں لگ جاتے ہیں اور رات بھر یہ تماشے ہوتے رہتے ہیں، کیا شریعت میں اسکی اجازت ہے؟

جواب: شب برأت کے موقع سے اجتماعی

طور پر نوافل پڑھنے اور شبینہ کا اہتمام کتاب وسنت اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے، شبینہ میں جو انداز اختیار کیا جاتا ہے وہ خلاف شرع ہے، اس طرح نماز پڑھنے اور قرآن سننے سے جس میں نماز وقرآن کا احترام باقی نہ رہے، ممکن ہے کہ بجائے ثواب کے گناہ ہوتا رہے، اس لیے ان پروگراموں سے احتیاط ضروری ہے۔

[حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح: ج۱/ص۴۰۲]

سوال: شب برأت میں قبروں کی زیارت کرنا، قبرستان کو روشنیوں سے سجانا اور وہاں بھیڑ بھاڑ میلہ کے انداز میں لگانا نیز قبروں پر چراغاں کرنا اور موم بتی جلانا جائز ہے؟ اگر حکمت پیش نظر ہو کہ روشنیوں کی وجہ سے عام لوگوں کا قبروں پر جانا اور موذی جانور سے بچنا آسان ہوگا، اس طرح زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں جاکر اپنے اعزہ اور عامۃ المسلمین کے حق میں دعا کا اہتمام کریں گے اور مُردوں کا فائدہ ہوگا تو کیا یہ حکمت شرعاً بہتر ہوگی؟

جواب: بے جا روشنیوں کا اہتمام کرنا اور میلہ کا انداز اختیار کرنا غیر شرعی عمل ہے، ان سے بچنا ضروری ہے، ہاں! اگر بقدر ضرورت اتنی روشنی ہو کہ راستہ دیکھ کر اپنے اعزہ کی قبروں تک پہونچ سکیں تو اس کی گنجائش ہوگی لیکن قبروں پر چراغاں کرنا، موم بتی جلانا، اجتماعی انداز میں جمع ہوکر میلہ بنادینا ممنوع ہے، احادیث میں ان غیر ضروری چیزوں سے منع کیا گیا ہے، اس رات کو محض ایصال ثواب کی نیت سے قبرستان انفرادی طور پر جانے کی گنجائش ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

[ترمذی، باب ماجاء فی لیلۃ النصف من شعبان]

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات

☆ عمدہ کاغذ ☆ بہترین طباعت ☆ خوبصورت سرورق

نمبر شمار	اسمائے کتب	قیمت
۱	زعیمان لحرکۃ الاصلاح	70/=
۲	روداد چمن	200/=
۳	الصحافۃ العربیۃ	160/=
۴	تمرین الصرف	55/=
۵	رسالۃ التوحید	60/=
۶	دیوان الحماسۃ (اول)	165/=
۷	دیوان الحماسۃ (دوم)	165/=
۸	فتاویٰ ندوۃ العلماء (اول)	350/=
۹	فتاویٰ ندوۃ العلماء (دوم)	400/=
۱۰	فتاویٰ ندوۃ العلماء (سوم)	400/=
۱۱	مختار الشعر العربی (اول)	15/=
۱۲	مختار الشعر العربی (دوم)	18/=
۱۳	العقیدۃ السنیۃ	20/=
۱۴	تاریخ الادب العربی (الاسلامی)	125/=
۱۵	تاریخ الادب العربی (الجاھلی)	70/=
۱۶	مقدمہ شیخ عبدالحق دہلویؒ	50/=
۱۷	اسلام کی تعلیم	16/=
۱۸	تفہیم المنطق	150/=
۱۹	مبادی علم اصول الفقہ	20/=
۲۰	سوانح صدر یار جنگؒ	200/=
۲۱	مختار من صفۃ الصفوۃ	150/=
۲۲	شرح العقیدۃ الطحاویۃ	55/=
۲۳	اصول الشاشی	60/=
۲۴	علم اصول الفقہ	100/=
۲۵	حیات عبدالباریؒ	150/=
۲۶	تاریخ ندوۃ العلماء (اول)	170/=
۲۷	تاریخ ندوۃ العلماء (دوم)	180/=

ملنے کے پتے:

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء، لکھنؤ	9889378176
مکتبۂ اسلام، امین آباد، گوئن روڈ، لکھنؤ	9415912042
مکتبہ الفرقان، نظیر آباد، لکھنو	9936635816
مکتبہ علمیہ، شباب مارکیٹ ندوہ روڈ، لکھنؤ	9198621671
مکتبہ طوبیٰ، ندوی منزل، ندوہ روڈ، لکھنؤ	9005505629

ایک ضروری اعلان: بعض ناشرین کتب نے مجلس صحافت ونشریات کی کتابیں غیر قانونی طور پر طبع کرالی ہیں، اس لیے قارئین سے گذارش ہے کہ مجلس کی جملہ درسی وغیر درسی کتابیں درج بالا مکتبوں ہی سے خریدیں اور بذریعۂ ڈاک بھی طلب کریں، مادر علمی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ آپ کا یہ نہایت مخلصانہ تعاون ہوگا۔

ناشر:

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ و محصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جارہا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مولانا) فخرالحسن خان ندوی

ناظر شعبۂ تعمیر وترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	موبائل نمبر	عہدہ	علاقہ
۱	قاری فضل الرحمٰن صاحب ندوی	9919490477	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی
۲	حافظ عبدالواسع صاحب	9307884504	استاذ شعبۂ حفظ	مالیگاؤں، بھیونڈی، ممبئی
۳	مولانا عبدالوکیل صاحب ندوی	9889840219	کارکن شعبۂ اصلاح معاشرہ	ممبئی
۴	مولانا محمد اسماعیل صاحب ندوی	8604346170	استاذ معہد (مہپت مئو)	ممبئی
۵	مولانا عبداللہ صاحب ندوی	7499569301	محرر دفتر اہتمام	ممبئی، نیو ممبئی
۶	مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری مولانا محمد عرفان صاحب ندوی	9935219730 7505873005	استاذ دارالعلوم استاذ معہد (مہپت مئو)	مدراس، وجے واڑہ
۷	مولانا محمد قیصر حسین صاحب ندوی	7897254496	استاذ دارالعلوم	نوساری، سورت، دھولیہ، واپی، بلساڑ
۸	مولانا شفیق احمد صاحب باندوی ندوی	9935997860	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، پالن پور واطراف
۹	مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	9935987423	استاذ دارالعلوم	حیدرآباد، نظام آباد، ناندیڑ
۱۰	حافظ محمد عقیل صاحب قاسمی	9936603968	استاذ شعبۂ حفظ	حیدرآباد
۱۱	مولانا انیس احمد صاحب ندوی	9450573107	استاذ دارالعلوم	بھٹکل، شموگہ، ٹمکور، منکی، مرڈیشور
۱۲	مولانا رشید احمد صاحب ندوی مولانا زہیر احسن صاحب ندوی	7795864313 9889258560	استاذ دارالعلوم استاذ معہد (سکروری)	بنگلور
۱۳	مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی مولانا مفتی ساجد علی صاحب ندوی مولانا اکرام الدین صاحب	9889096140 8960204060 9839810206	استاذ دارالعلوم معاون علمی دارالقضاء محصل شعبہ	آسنسول، کلکتہ
۱۴	قاری عبداللہ خاں صاحب ندوی	9839748267	استاذ شعبۂ قرأت دارالعلوم	دہلی
۱۵	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	9935752951	استاذ معہد (مہپت مئو)	دہلی

۱۶	مولانا محمد اسلم صاحب ندوی	9956223293	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، جوناڈیسہ، چھاپی، پالن پور
۱۷	مولانا مسعود احمد صاحب ندوی	9795715987	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	کانپور
۱۸	مولانا شکیل احمد صاحب ندوی	9305418153	محرر معہد دارالعلوم (سکروری)	الٰہ آباد
۱۹	مولانا محمد امجد صاحب ندوی	9616514320	استاذ دارالعلوم	سنبھل واطراف
۲۰	مولانا جمال احمد صاحب ندوی	9450784350	کارکن شعبۂ دعوت وارشاد	حیدرگڈھ، مغل سرائے، سلطانپور واطراف
۲۱	جناب بسم اللہ خاں صاحب	9935169540	محرر معہد دارالعلوم	گونڈہ، بہرائچ، بلرامپور، شراوستی نگر
۲۲	مولانا محمد نسیم صاحب ندوی	9670049411	استاذ معہد (مہپت مئو)	کانپور، سندیلہ، غوث گنج
۲۳	مولانا بشیر الدین صاحب	9889438910	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۴	مولانا محمد امتیاز صاحب ندوی	9984070892	استاذ معہد (مہپت مئو)	لکھنؤ (شہر)
۲۵	قاری بدرالدین صاحب ندوی	9450647360	استاذ شعبۂ حفظ	لکھنؤ (شہر)
۲۶	حافظ مبین احمد صاحب	9839588696	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۷	مولانا عبدالمتین صاحب ندوی	9450970865	استاذ دارالعلوم	رامپور، امروہہ، مرادآباد
۲۸	مولانا عبدالقدوس صاحب قاسمی	9161911515	محصل شعبہ	سلطانپور، فیض آباد، بنارس، بھدوہی، مرزاپور، گورکھپور
۲۹	قاری ماجد علی صاحب ندوی	9935626993	محصل شعبہ	سیتاپور، اندور، اجین
۳۰	مولانا ساجد علی صاحب ندوی	8400015009	محصل شعبہ	کرناٹک کے اضلاع، آنبور وغازی آباد
۳۱	مولانا حفظ الرحمٰن احمد صاحب تھانوی	9997883282	محصل شعبہ	آسام، جھارکھنڈ وبہار
۳۲	مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی	8401801990	محصل شعبہ	احمد آباد، ودیگر اضلاع گجرات
۳۳	حافظ امین اصغر صاحب	9161219358	محصل شعبہ	علی گڑھ، آگرہ، فیروزآباد، سہارنپور، بلندشہر، سکندرآباد
۳۴	مولانا علیم الدین صاحب ندوی	8853258362	محصل شعبہ	کھنڈوہ، رتناگیری، ستارا، پونہ، کولہاپور
۳۵	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری	8960513186	محصل شعبہ	اورنگ آباد، جالنہ، پونہ، احمد نگر، بنارس، مظفرنگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد
۳۶	مولانا محمد عقیل صاحب ندوی	9389868121	استاذ مکتب شہر	سیوان، چمپارن، دربھنگہ، سمستی پور، پٹنہ وغیرہ
۳۷	مولانا عبدالرحیم صاحب ندوی	7388509803	محصل شعبہ	بارہ بنکی، جھانسی، اعظم گڈھ، مئو واطراف
۳۸	مولانا مفتی محمد ظفر عالم صاحب ندوی مولانا ابوالحیات صاحب ندوی	9598268161 9795891123	استاذ دارالعلوم استاذ مکتب شہر	پٹنہ واطراف
۳۹	مولانا اسرار الحق صاحب ندوی	9919203409	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)
۴۰	مولانا محمد شرف الدین صاحب ندوی	9936740835	محصل شعبہ	ناگپور، بھوپال، کانپور
۴۱	مولانا عبدالکبیر صاحب فاروقی	8853677677	استاذ معہد (مہپت مئو)	کاکوری واطراف لکھنؤ

۴۲	مولانا محمد مشتاق صاحب ندوی	9415102947	نائب مہتمم (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ، کانپور
۴۳	ڈاکٹر محی الدین صاحب	9415766507	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۴۴	حافظ محمد نعیم صاحب	9889444917	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی، ناگپور
۴۵	حافظ بخشش کریم صاحب	7388324879	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی، پچھمی لکھنؤ
۴۶	قاری محمد سالم صاحب	9889735087	نگراں تعمیرات	ممبئی، پرانا لکھنؤ
۴۷	مولانا عبد الرؤف صاحب ندوی	9336096921	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	کانپور، مغربی لکھنؤ، بنارس، بھدوئی
۴۸	مولانا محمد فہران عالم صاحب ندوی	9235711407	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	وسطی لکھنؤ
۴۹	مولانا اشرف علی رشیدی صاحب	7505526255	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۵۰	مولانا لقمان صاحب ندوی	9616593360	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ، کانپور
۵۱	حافظ نجم الدین صاحب	9616624133	استاذ مکتب	لکھنؤ
۵۲	حافظ جلیل احمد صاحب	9956492163	استاذ مکتب	لکھنؤ
۵۳	مولانا محمد یامین صاحب ندوی	8960231792	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۵۴	ماسٹر جمالی آسی صاحب	9336048990	استاذ مکتب	لکھنؤ، کانپور
۵۵	حافظ رقیم الدین صاحب ندوی	9621040705	محرر کتب خانہ	لکھنؤ
۵۶	مولانا سرتاج احمد صاحب قاسمی	9889026124	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۵۷	قاری لیاقت صاحب	9450367182	استاذ شعبۂ حفظ	لکھنؤ
۵۸	مولانا سعید انجم صاحب	9305902746	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۵۹	حافظ محمد اعظم رحمانی صاحب	9006373938	محصل جدید	ممبئی

ACCOUNT NO. NADWATUL ULAMA

ZAKAT : 10863759766

ATIA : 10863759711

BUILDING : 10863759733

IFSC CODE : SBIN0000125

PHONE : 0522-2741231

STATE BANK OF INDIA, MAIN BRANCH, LUCKNOW

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

باسمہٖ تعالیٰ

اہل خیر حضرات سے!

خدا کا شکر ہے کہ ہم ان بیش قیمت اصولوں کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں جن کے لیے دارالعلوم قائم کیا گیا تھا یعنی جدید زمانہ میں اسلام کی مؤثر اور صحیح ترجمانی، دین و دنیا کی جامعیت اور علم و روحانیت کے اجتماع کی کوشش، فتنۂ لادینیت اور ذہنی ارتداد کا مقابلہ، اسلام پر اعتماد اور علوم اسلامیہ کی برتری و امتیاز کا اعلان واظہار، دین حق سے وفاداری اور شریعت پر استقامت، ہمارے نزدیک مالیات، بجٹ اور عظیم الشان عمارتوں کے مقابلہ میں ان مذکورہ مقاصد کا حصول زیادہ اہم ہے، مسئلہ کی اس قدر تشریح اور وضاحت کے بعد اب مزید کچھ کہنے کی حاجت نہیں۔

ان گذارشات کے بعد آپ سے ہماری درخواست ہے کہ وقت کی اس ضرورت اور دارالعلوم کی افادیت کو سمجھتے ہوئے پوری فراخدلی، فیاضی اور ہمت سے کام لے کر ان تمام کاموں میں بھرپور تعاون واعانت فرمائیں کہ ہندوستان میں دین کے قلعوں کی حفاظت کی اس سے بہتر کوئی سبیل اور اس سے زیادہ پائیدار کوئی صدقہ جاریہ نہیں، آپ میں سے جو لوگ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ جشن میں شریک تھے، ان کو یاد ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے پچاسی سالہ اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے غیرملکی معزز عرب مہمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''یہ سونے کی چڑیاں سب اُڑ جائیں گی، ہم اور آپ یہاں رہیں گے، آپ یہ نہ سمجھیں کہ اب آپ کو چھٹی مل گئی، ہم آپ کو چھوڑنے والے نہیں، ہمارے سفیر آپ کے گھروں پر جائیں گے، آپ کے چار آنے، آٹھ آنے ہم کو عزیز ہیں، یہ جو کچھ دیں گے وہ اس دولت کا ہزارواں حصہ ہوگا جو خدا نے ان کو دیا ہے، اور جو آپ دیں گے وہ آپ کے گاڑھے پسینہ کی کمائی ہوگی۔''

ہندوستان کے مسلمانوں سے خواہ وہ اس طویل وعریض ملک کے کسی علاقہ کے ہوں، ہماری مکرر درخواست ہے کہ وہ اس کام کی اہمیت کو سمجھیں اور اس کو اپنا ہی کام سمجھیں، ہمیں یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کی بیش قیمت رہنمائی ونظامت میں اگر احباب ومخلصین نے پوری دلچسپی لی تو ہمارا یہ پیغام نہ صرف ملک کے بلکہ عالم اسلام کے کونے کونے میں پہنچے گا، وماذلك على الله بعزيز.

(مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی	(مولانا) محمد واضح رشید ندوی	(پروفیسر) اطہر حسین	(مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	(مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء	معتمد تعلیم ندوۃ العلماء	معتمد مال ندوۃ العلماء	مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء	ناظر عام ندوۃ العلماء

نوٹ: چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

A/C NO. 10863759711 (عطیات)

A/C NO. 10863759766 (زکوٰۃ) **(State Bank of India Main Branch, Lucknow.)**

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
NIZAMAT OFFICE, NADWATUL ULAMA,
TAGORE MARG, LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.